پیش لفظ

یہ کتاب جس کا نام اہلبیت اور ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ایسی چند آیات قرآنی اور صرف دو ایسی احادیث نبوی پر مشتمل ہے جو جامع الفضائل ہیں اور رات دن کی سنی سنائی پڑھی پڑھائی ہیں مگر ذکر و بیان کی حیثیت سے بظاہر کتاب کے اس نام میں جذب و کشش نہیں مگر یہ خاص توجہ کی طالب ہے جس کا احساس اس کے بغور مطالعہ سے ہوگا ہم نے ان احادیث و آیات کے پس منظر کی وضاحت کرتے ہوئے ان حقائق و رموز کے تلاش کرنے کی کوشش کی ہے جو خدا اور رسول کے اس مختصر مگر وسیع المعنیٰ کلام میں مضمر ہیں۔ انشاءاللہ آپ اس کو پڑھ کر محظوظ ہونگے اور اہلبیتؑ سے عقیدت و محبت کے تاریخی تواہد سے بھی آگاہ ہونگے جس سے معلوم ہوگا کہ اہلبیتؑ اسلام کا وہ انمول سرمایہ ہیں جن کو تمام علماء اسلام بلا تفریق مذہب و ملت کس عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کی محبت کو کتنا اہم سمجھتے ہیں اسی لئے اس کتاب کے تمام مواد کا ماخذ علماء و اہلسنت کے اقوال اور روایات پر مبنی ہے اس میں کہیں پر تنقید ہے نہ تنقیص صرف بیان سیرت ہے البتہ ان کے محکم مثبت پہلو تلاش کرنے کی ضرور کوشش کی گئی ہے جن سے ان کے الفاظ کا دامن بوجھل ہے

محضر نو کانو

درود کیوں اور کس طرح

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین

آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

اللہ اور اس کے ملائکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں

اے ایمان والو تم بھی نبی پر درود مع دعائے سلامتی بھیجو۔

یہ آیت درود اتنی مشہور و معروف ہے کہ اس سے ہر مسلمان
واقف ہے اور اس کے ثواب سے بھی اگرچہ اتنا نہیں جتنا بتایا گیا
ہے اس سے قبل کہ اس آیت قرآنی کی کچھ وضاحت کی جائے یہ کہنا
بے محل نہیں کہ اس کیلئے اتنی تاکید اور اس قدر اجر جزیل اور اس
پر طرہ یہ کہ خود معبود حقیقی ان گنت ملائکہ کے ساتھ اس عمل خیر میں مصروف
ہے اس کے ثواب کا اندازہ انسانی طاقت سے باہر ہے خالق کائنات
اس میں خود شریک ہو کر مومنین سے بھی اپنی ہمنوائی کا طالب ہے جو اس
کے مفاد میں ہے اس طرز عمل سے درود کی اہمیت بھی عقل و فہم سے
باہر ہے۔ خدا و ملائکہ کا یہ عمل اس کے عدیم المثال عمل خیر ہونے اور
ناقابل تغیر رحمت و صلہ کی ضمانت ہے۔ خدا کی اس کیلئے اتنی تاکید
و ملائکہ کی شرکت کے ساتھ ساتھ بے حساب اجر جزیل کا وعدہ

ہے وہاں یہ عمل مومنین کے ایمان کی کسوٹی بھی ہے۔ وہ اس طرح کہ یہ
عمل خیر میں شرکت کی دعوت مومنین کو دی گئی ہے نہ عام انسانوں کو
نہ عام مسلمانوں کو اس لیے کہ ایمان عقیدہ و اقرار و عمل کا نام ہے
جو مومن کی پہچان ہے اور اسی کے عمل خیر کے اجر و صلہ کی خدا نے
ضمانت دی ہے۔ اس عمل درود میں خداوند عالم نے مومنین کے لیے
سلموا التسلیما کے اضافہ کی ہدایت کی ہے یعنی مومنین کو چاہیے کہ وہ
محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تمام تر سلامتی کی دعا بھی کریں تاکہ تا قیام
قیامت یہ سلسلہ فیضان رحمت الٰہی قائم رہے کیونکہ یہی مقدس ذوات
ستودہ صفات مرکز رحمت الٰہی ہیں۔ اس کی رحمتیں اور برکتیں ان ہی
کی معرفت لوگوں پر تقسیم ہوتی ہیں جس طرح احکام قرآن ان کے توسط
سے۔ گویا درود ایک درخواست ہوتا ہے بارگاہ خدا میں اپنے
لئے اضافہ رحمت کی جس پر محمد و آل محمد کی تصدیق ضروری ہے یعنی
اس درخواست کو کبھی رد نہ کیا جائے گا جس پر محمد و آل محمد کی مہر لگی
ہوئی ہوگی خدا یہ درود درود اور اس میں ملائکہ کی شرکت کے
بیان کے ساتھ مومنین کو اس کی ہدایت سے ظاہر ہے کہ دربار خدا
میں وہی دعا قبول ہوگی جو بتوسط محمد و آل محمد ہوگی۔ اس درود کو
جہاں مومنین کیلئے اضافہ ثواب و نزول رحمت کا ذریعہ قرار دیا ہے
وہاں محمد و آل محمد کی عظمت و منزلت کا بیان بھی مقصود ہے اس عمل

درود میں خداوند عالم کی مع ملائکہ مصروفیت ان کے ایسے فضائل کی حامل
ہے جو کسی نبی یا رسول کو نصیب نہیں یا نہ ان میں سے کسی کی اولاد کو خواہ وہ
خلیل اللہ ہوں یا کلیم اللہ یا روح اللہ یہ سلسلہ درود محمد و آل محمد کا وہ
فیض جاریہ ہے جو تا بقائے نسل ان ہی جاری و ساری رہے گا چنانچہ
درود کے ثواب کے بارے میں پیغمبر اسلام فرماتے ہیں کہ خداوند عالم
نے دو فرشتے مقرر کئے ہیں کہ جس جگہ پر میرا نام لیں اور مجھ پر درود
بھیجیں تو ان میں سے ایک کہتا ہے تجھے خدا بخشے دوسرا فرشتہ آمین
کہتا ہے اور اگر مجھ پر درود نہ بھیجیں تو ایک فرشتہ کہتا ہے خدا تجھے نہ بخشے
تو دوسرا فرشتہ کہتا ہے آمین۔

ایک مرتبہ امام رضا علیہ السلام مجلس مامون رشید میں تشریف فرما
تھے آپ نے فرمایا سب دشمن و عداوتی جانتے ہیں کہ جب آیہ صلوٰۃ نازل
ہوئی اور اس کا طریقہ اور ثواب بتایا تو آپ نے پوچھا ایسا ان میں
کیا تم کو اس میں اختلاف ہے سب نے کہا نہیں بلکہ اس پر اجماع
امت ہے اور مامون نے بھی کہا کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں پھر آپ
نے کہا کہ قرآن میں آل محمد کے بارے میں اس سے واضح کوئی دلیل
ہے فرمایا بیشک نہیں اور خدا کا یہ قول پیش کیا یٰسین والقرآن
الحکیم انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم اور پوچھا
یٰسین سے کون مراد ہیں تو علماء درباریے کہا کہ یٰسین سے مراد محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اس میں کسی کو کوئی شک نہیں تو آپ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے محمد و آل محمد کو ایسی فضیلت عطا کی ہے جو کسی اور کو نصیب نہیں اور وہ یہ ہے کہ سوائے انبیا کسی اور پر خدا نے سلام نہیں بھیجا ہے جیسا کہ سلام علی نوح فی العالمین سلام علی ابراہیم سلام علی موسیٰ و ھارون مگر سلام علی آل نوح و سلام علی آل ابراہیم و سلام علی آل موسیٰ و ھارون نہیں لیکن سلام علی یاسین یعنی آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں جس وقت آل محمد کا ذکر کرو یا دوسروں سے سنو جیسے اذان وغیرہ میں تو لازم ہے کہ نبی و آل نبی پر درود بھیجو چنانچہ خداوند عالم نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے راز کی باتیں کیں اور حضرت محمد مصطفےٰ کا ذکر آیا تو فرمایا اے عمران کے بیٹے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیج میں اور ملائکہ ان پر درود بھیجتے ہیں۔

رسولخدا نے فرمایا ہے جو مجھ پر رات دن میں کسی وقت درود بھیجتا ہے میری شفاعت اس کیلئے واجب ہو جاتی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب بھی نام پیغمبر آئے خوب درود بھیجو اس لئے کہ جو بھی آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے تو خداوند عالم صف ملائکہ میں آپ پر ہزار مرتبہ درود بھیجتا ہے بلکہ خدا کی تمام

تمام کائنات درود بھیجتی ہے جو ایسا کرے وہ خود اور جاہل ہے اور خدا اور ملائکہ اور اہلبیت رسول اس سے بیزار ہیں۔ خداوند عالم ہر اس دعا کو جس کی ابتدا بھی درود سے ہو اور انتہا بھی اسے قبول کرتا ہے۔

رسول خدا نے فرمایا ہے کہ بلند آواز سے درود بھیجو یہ نفاق کو دور کرتی ہے اور خود درود سے زیادہ کوئی شے بھی میزان الٰہی میں وزنی نہیں جس میں لوگوں کے اعمال تولے جائینگے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص میرے ذکر پر درود نہ بھیجے داخل دوزخ کر دیا جائے گا اور رحمت خدا سے محروم۔

روضۃ الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ جو شخص پیغمبر پر درود نہ بھیجے تو خدا ایک فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ اسے قبر پیغمبر پر پہونچاوے تو وہ اسے قبر پیغمبر پر پہونچا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اے نبی اللہ تمہاری امت میں سے فلاں شخص نے تم پر درود بھیجا ہے تو آپ بہت خوش ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے فرشتے میری طرف سے اسے دس درود پہونچا دے۔ وہ فرشتہ جب قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واپس ہوتا ہے تو خداوند عالم سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس فرشتہ سے معلوم کرتا ہے کہ تو کہاں سے آرہا ہے اور کہاں جا رہا ہے وہ کہتا ہے اے خداوند عالم میں تیرے ایک بندے کی درود لیکر قبر نبی پر گیا تھا تیرے نبی نے مجھے حکم دیا تھا کہ اسے دس گنا کرکے میری طرف سے اسے پہونچا دے اور اس سے کہہ کہ

اگر تو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے تب بھی میرے پاس جنت میں رہیگا اور اگر تو نے مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجی تو اس کے اجر و ثواب کی حد نہیں۔ یہ سن کر خدا فرماتا ہے کہ اے میری طرف سے بھی مژدہ رحمت سنا دے اور کہہ دے کہ تیری ایک مرتبہ کی درود ہی سے تجھے داخل جنت کرتا اور تو نے جب دس مرتبہ درود بھیجی تو عذاب کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

واحدی ابن زید بیان کرتا ہے کہ میں نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا تو ایک شخص میرے ساتھ رفیق سفر تھا وہ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے رسول اللہ پر درود بھیجتا تھا یہ دیکھ کر میں نے اس سے کہا، اے شیخ! اس کے علاوہ تو اور کوئی وظیفہ نہیں جانتا ہر وقت تو پیغمبر اسلام پر درود بھیجتا رہتا ہے تو اس نے کہا درود کے علاوہ بھی میں وظیفہ جانتا ہوں لیکن میں نے درود پڑھنے سے ایک عجیب بات دیکھی ہے اس وجہ سے میں نے تمام وظائف چھوڑ دیے اور ہر وقت درود پڑھنے لگا۔ یہ سن کر میں نے اس سے کہا وہ بات مجھے بھی سناؤ تو اس نے کہا کہ سفر حجاز میں میں اپنے باپ کے ساتھ تھا۔ ایک رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص آواز دیتا ہے کہ اے بندہ خدا اٹھ تیرا باپ مر گیا ہے اور اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا ہے۔ میں یہ سن کر اٹھا اور چراغ روشن کیا اس کے منہ کو

دیکھا تو جیسا اس شخص نے کہا تھا اے مردہ اور روسیاہ پایا۔ یہ دیکھ کر
میں بہت رویا اور کہا یہ بہت بڑی رسوائی ہوئی۔ اس ذلت و رسوائی
کو میں کیسے چھپاؤنگا جب صبح کو آدمی اس کے غسل کو آئیں گے۔ پس
میں نے ایک چادر اس کے منہ پر ڈالدی اور اس کے منہ کو چھپا دیا
اور میں پھر سو گیا۔ پھر خواب میں دیکھا چار آدمی آئے جو بہت سخت
مزاج اور بدصورت تھے وہ میرے باپ کے قریب گئے اور اس پر
عذاب کرنے لگے اور ارادہ کیا کہ اسے آگ کے ہتھوڑے سے عذاب
دیں ناگاہ ایک شخص حسین و جمیل عمدہ لباس پہنے آیا جو سبز رنگ کا
تھا اس کے چہرہ کے نور سے سب گھر منور ہو گیا اور اس کے بدن کی
خوشبو سے دیوار و در معطر ہو گئے۔ وہ مرد بزرگ میرے باپ کے
سرہانے جا بیٹھا اور اس کے منہ سے کپڑا اٹھایا اور اپنا دست
مبارک اس کے چہرہ پر پھیرا۔ اسی وقت میرے باپ کا چہرہ منور
ہو کر چاند کیطرح چمکنے لگا۔ پھر میرے باپ سے کہا غم مت کر وکسی
شے سے ڈر ہم اپنے دوستوں کو ضائع نہیں کرتے۔ جب یہ کہہ کر اس نے
جانے کا ارادہ کیا تو میں اس کے دامن سے لپٹ گیا اور اس کے قدموں
پر گر پڑا اور عرض کیا اے ان سختیوں کو دور کرنے والے شخص میں تمہارے
اسم مبارک سے واقف نہ تھا تو فرمایا میں خاتم الانبیاء محمد ابن عبداللہ
ہوں تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے باپ کا منہ کس وجہ سے

سیاہ ہوگیا تھا فرمایا تیرا باپ علماء دین سے روگردانی کرتا تھا اور ان کو
ذلت کی نگاہ سے دیکھتا تھا جب بھی وہ اسے حق کی بات بتاتے تھے تو ان
سے ناراض ہوتا اور جھگڑا کرتا اور نیک لوگوں سے بدسلوکی کرتا اور
ان سے دشمنی و حسد کرتا ہے کیونکہ جب اس کا منہ سیاہ ہوگیا تھا جوان نے
عرض کیا یا رسول اللہ پھر کیوں آپ نے اس پر رحم وکرم کیا اور اسے
عذاب سے نجات دلائی تو فرمایا تیرا یہ باپ ہمیشہ مجھ پر درود بھیجتا تھا یہی سبب
اسکی نجات کا بنا۔ جب مجھے اس کے اس حال کی خبر ہوئی تو میں آیا
اور اس کی یہ رسوائی دور کی اور روز قیامت بھی اس کی شفاعت
کروں گا وہ کہتا ہے کہ میں نے جب درود کی یہ عظمت دیکھی تو سب
وظائف چھوڑ دیئے اور درود میں مصروف ہوگیا۔

عبدالبر عبداللہ بن مسعود سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جس نے
رسول اللہ اور ان کی آل پر درود نہ بھیجا اس کی نماز صحیح نہیں۔

علامہ شعبی بیان کرتے ہیں کہ جس نے تشہد میں رسول اللہ اور
ان کی آل پر درود نہ بھیجا اسے چاہیے کہ دوبارہ نماز پڑھے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا
کہ نماز قرأت وتشہد اور محمد وآل محمد پر درود بھیجے بغیر صحیح نہیں۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اے اہلبیت رسول اللہ تمہاری محبت
کو خدا نے واجب کیا ہے اور قرآن اس کے لئے نازل کیا ہے۔

تمہاری فضیلت کیلئے یہی بات کافی ہے کہ تم پر جو کوئی درود نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

امام بغوی نے عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ سے روایت بیان کی ہے کہ میری کعب سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے کہا اگر پسند ہو تو میں تم کو ایک تحفہ دوں جو مجھے رسول اللہ سے ملا ہے تو انھوں نے کہا ضرور دو تو میں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا ہے اگر میں جھوٹ کہوں تو میرے کان بہرے ہو جائیں ہم نے آپ سے معلوم کیا کہ اہلبیت پر ہم کیسے درود بھیجیں تو آپ نے فرمایا اللھم صل علی محمد وآل محمد کما صلیت علی ابراھیم وآل ابراھیم وبارک علی محمد وآل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔ اسیطرح علامہ بخاری نے بھی نقل کیا ہے۔

علامہ جلال الدین شافعی نے سعد سے اسیطرح روایت بیان کی ہے کہ جب لوگوں نے آپ سے معلوم کیا کہ آپ پر کیسے درود بھیجیں فرمایا اس طرح اللھم صل علی محمد وآل محمد۔

حافظ جمال الدین ینابیع المودۃ میں ابوطفیل عامر ابن واثلہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ بعد وفات حضرت علی جب امام حسن علیہما السلام نے خطبہ پڑھا تو لوگوں نے ان سے معلوم کیا کہ درود

کیسے بھیجیں تو آپ نے فرمایا اللّٰھم صل علیٰ محمد و آل محمد۔

صاحب کتاب کہتے ہیں کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اسی طرح درود بھیجے اپنی نمازوں میں واجب سمجھ کر اور اس میں کسی اضافہ کو واجب سمجھ کر لازم قرار دینا اور اس کو درود کا جزو لاینفک سمجھ کر پڑھنا خدا و رسول کے منشاء کے خلاف ہے البتہ مستحب سمجھ کر برائے اضافہ ثواب پڑھا جا سکتا ہے نہ کہ جزو درود سمجھ کر۔ تمام روایتوں میں خواہ الفاظ درود کچھ بھی ہوں اور کوئی بھی راوی درود ہو، اس میں محمد کے ساتھ لفظ آل ضرور ہے گو آیت درود میں لفظ آل نہیں ہے مگر پیغمبر اسلام نے درود میں لفظ آل لازمی قرار دیا ہے اور بلا اختلاف تمام مسلمانوں نے اسے تسلیم کیا ہے اور بغیر لفظ آل کے ذکر درود کو نامکمل سمجھتے ہیں چنانچہ جس نماز میں ذکر آل شامل درود نہ ہو وہ باطل ہے۔ اس میں قابل غور یہ امر ہے کہ جب درود میں ذکر آل محمد اتنا ضروری ہے تو خدا نے اسے کیوں بیان نہ کیا اور اسے نبی پر چھوڑ دیا اس میں کیا راز الٰہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرز عمل سے جذبہ اطاعت مومنین اور اعتماد تصدیق رسالت کو پرکھنا مقصود ہے اگر خداوند عالم درود میں ذکر آل کر دیتا تو اطاعت خدا تو ضرور ہوتی مگر اتباع پیغمبر کا مظاہرہ نہ ہوتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مومنین کے رد عمل کو جانچنا ہو، اسلئے اسے اپنے نبی کے سپرد کر دیا۔

یہ تو ثابت ہے کہ صحیح درود وہی ہے جس میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آل محمدؐ بھی ہو۔ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہنا جیسا کہ اب رواج ہے ایک بدعت ہے جس کا کوئی جواز نہیں اور ایسی ہی بریدہ درود ہے جسے پیغمبر اسلام نے ہر اجر و صلہ سے محروم قرار دیا ہے۔ درود میں ذکر آل محمدؐ سے اجتناب کرنے والے نہ معلوم آل محمدؐ سے کس کینہ و عداوت کی بنا پر حکم خدا و رسول سے بغاوت کر رہے ہیں حالانکہ تمام علماء اسلام درود میں ذکر آل محمدؐ پر اجماع کر چکے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ علماء اہل سنت کے یہاں اس میں بعض کے یہاں ابراہیم و آل ابراہیم کے لفظوں کا اضافہ ملتا ہے مگر اس اضافہ میں بھی اختلاف ہے۔ ان میں سے بہت سے اس اضافہ کو جزو درود نہیں مانتے۔ الفاظ درود میں اختلاف کے باوجود محمدؐ کے ساتھ لفظ آل سب میں لازم قرار دیا ہے اور محمدؐ و آل محمدؐ کے مجموعہ ہی کو درود کہنا چاہیے اس میں ذکر ابراہیم و آل ابراہیم کیوں نہ ہو۔ الفاظ درود میں راویوں کا یہ اختلاف کہ کسی کے یہاں ابراہیم و آل ابراہیم ہے اور کسی کے یہاں نہیں، مجبور کرتا ہے کہ اس کے اہم پہلو پر نظر ڈالی جائے تو یہ اختلاف ہی اس کا ثبوت ہے کہ ذکر ابراہیم و آل ابراہیم جزو درود نہیں یا تو بیان راویوں کی یادداشت کا قصور یا ان کے سمجھنے کی کوتاہی یا قصداً اس میں ذکر ابراہیم و آل ابراہیم نے

ان کی رحمتوں اور برکتوں کے آل محمد کی اس انفرادی فضیلت کو
قصداً اس عنوان سے مجروح و بے وزن کرنے کی منصوبہ بند سازش
ہے کیونکہ اس سے محمدؐ و آل محمدؐ پر ان کی برتری اور فضیلت
ثابت ہوتی ہے جو خلاف حقیقت بھی ہے اور خلاف واقعہ
بھی۔

اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سردار انبیاء اور ان
کی اولاد افضل اولاد انبیاء ہے جس کا ثبوت اس آیت درود
سے بھی ملتا ہے جو افضلیت محمدؐ و آل محمدؐ کی دلیل قاطع ہے جو کسی
نبی کی آل کو نصیب نہیں گو سلام انبیاء پر ضرور ملتا ہے مگر ان کی آل
پر نہیں پس اس خاص عطیہ خدا میں حضرت ابراہیم و آل ابراہیم
کے ذکر اور ان کی رحمتوں اور برکتوں کا محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے مطالبہ
خدا و رسول خدا سے کھلی بغاوت ہے اس لئے کہ ایسی درود جس میں
ان کی برتری تسلیم کیجائے کوئی معنی نہیں رکھتی اس لئے کہ ان کے
لئے جو رحمتیں و برکتیں تھیں وہ زمانہ مخصوص سے وابستہ تھیں دین
اسلام دائمی دین الٰہی ہے یہ سلسلہ نزول رحمت و طلب رحمت بھی
دائمی ہے اور اس سے استفادہ بھی دائمی قرار دیا گیا ہے جب تک
دنیا قائم ہے یہ درود بھی اہل ایمان کے لئے ذریعہ رحمت الٰہی اور
سرمایہ نجات رہے گا گویا یہ درود محمدؐ و آل محمدؐ کی تعلیمات ایمانی کا

نہ پیغمبروں سے منسوب کردہ خواہ جس میں اطاعت خدا بھی
ہے اور محمد و آل محمد سے اقرار محبت بھی۔

اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے وہ نبی مرسل
ہیں جنکی برتری و افضلیت کو حضرت ابراہیم نے اس طرح مقام فخر
میں تسلیم کیا ہے بقول قرآن انا اول المسلمین سب سے
پہلے میں دین اسلام قبول کرتا ہوں ان کا یہ قول قبل ظہور اسلام
و بانی اسلام ہے حالانکہ خود خلیل خدا اور سیکڑوں انبیاء کے باپ
تھے چونکہ وہ مراتب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عظمت اسلام
افضل ادیان سے واقف تھے اس لیے قبل ظہور اسلام دین
اسلام تسلیم کرنے میں سبقت کی اور انا اول المسلمین کا
اعلان کرکے حلقہ بگوش اسلام ہونے کو اپنی نبوت و رسالت
بلکہ مرتبہ خلت پر ترجیح دی۔ ظاہر ہے کہ امام ماموم سے وہ متبوع
تابع سے افضل ہوتا ہے پھر یہ کیسے مان لیا جائے کہ درود میں
ذکر حضرت ابراہیم و آل ابراہیم جیسی رحمتوں اور برکتوں کا
مطالبہ کیا جائے اور اسے لازم جزو درود بنایا جائے نہ اس
سے وہ عظمت محمد و آل محمد باقی رہے گی جس کو خداوند عالم
باقی رکھنا چاہتا ہے نہ وہ انفرادیت۔ اور یہی خاص سبب کہ
ہمیشہ تمنا امتیازی شان اور انفرادی برتری کی یکجائی نے

اور بارگاہ خالق کائنات سے تو جتنا بھی اور جو بھی مانگا جائے کم ہے
جب کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں قرآن پاک میں موجود ہے
آپ بارگاہ خدا میں اپنے لئے علو مرتبت کی اس طرح دعا کرتے ہیں
رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی خداوند عالم مجھے
ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو۔ یہ عطا خدا ہے
تھا جو اس کی شان کے عین مطابق تھا اپنی نہیں حالانکہ حضرت
سلیمان کے باپ حضرت داؤد علیہ السلام صاحب شریعت و مالک
حکومت نبی تھے اور صاحب اعجاز بھی تھے جب تلاوت زبور کرتے
تھے تو چرند پرند کوہ و بیابان ان کے ساتھ مصروف تسبیح الٰہی ہو جاتے
تھے جس کا کلام پاک میں ذکر ہے۔ اپنے باپ جیسی شان و شوکت
والی انوکھی فضیلت و مرتبت کی تمنا کرتے تو بیجا نہ ہوتا مگر اس کی
آرزو نہ کی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایسی شان و شوکت والی انوکھی
عجوبۂ روزگار حکومت طلب کی جو ان کے بعد کسی کو میسر نہ ہو حالانکہ
وہ جانتے تھے کہ نبوت کیلئے حکومت لازمی شے نہیں مگر وہ تمام انبیا میں
بھی امتیازی شان و شوکت طلب کر کے منفرد بننا چاہتے تھے پھر یہ
کیسے مان لیا جائے کہ درود جیسے مخصوص عطیہ خدا میں حضرت ابراہیم و
آل ابراہیم کی مخصوص و درے وابستہ رحمتوں و برکتوں کا خدا سے
مطالبہ کیا جائے۔ خداوند عالم نے ان کو کتنا ہی کیوں نہ نوازا ہو مگر

وہ سلسلہ محدود و محدود تھا اور یہ وہ سلسلہ رحمت الٰہی ہے جس کی حد بندی کیجا سکتی ہے نہ شمار۔ تا حیات کائنات اس کو باقی رہنا ہے اس میں ذکر حضرت ابراہیم و آل ابراہیم اور ان جیسی برکتوں و رحمتوں کا مطالبہ شامل درود کرنا کھلی بدبختی اور جلن کا مظاہرہ ہے۔ ہمارے اس خیال کی تائید میں

حافظ جمال الدین شافعی کا یہ قول کافی ہے جنھوں نے صحیح درود صرف اللّٰھم صلّ علیٰ محمد و آل محمد کو نقل کیا ہے جیسا کہ ہم گذشتہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں۔

اس کے علاوہ اگر ذکر حضرت ابراہیم و آل ابراہیم جزو درود ہوتا تو ان لوگوں کے اعمال میں بھی ہوتا جن کیلئے اور جن کے گھر میں یہ آیت درود نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ صحیفہ کاملہ سجادیہ جو دعاؤں کی عدیم المثال کتاب جو جامع و مانع کتاب ہے اس میں بھی کہیں اس طرح درود نہیں ملتا جس میں ذکر حضرت ابراہیم و آل ابراہیم کی جیسی رحمتوں اور برکتوں کا ذکر یا مطالبہ ہو۔ ہر دعا میں الفاظ درود اللّٰھم صلّ علیٰ محمد و آل محمد ملے گا البتہ اس میں کہیں اضافہ بھی ہے تو اس طرح

اللّٰھم صلّ علیٰ محمد و آل محمد کافضل ما صلیت علیٰ احد من خلقک یعنی خداوندعالم محمد و آل محمد پر اس سے افضل درود بھیج جو تو نے اپنی مخلوق پر کسی پر بھیجا ہے۔ اس سے کمی حادہ

گر درود میں ذکر حضرت ابراہیم و آل ابراہیم لازمی نہیں نہ ان جیسی رحمتوں
برکتوں کا مطالبہ اگر بہ نیت اضافہ ثواب ہی کیا جائے تو ان کی رحمتوں
برکتوں سے افضل واعلیٰ کا مطالبہ کیا جائے چنانچہ دیگر اعمال اہلبیت
میں بھی ان جیسی رحمتوں و برکتوں کا ذکر کبھی نہیں ملتا البتہ ان سے
افضل کا مطالبہ ہو سکتا ہے۔

بعض لوگوں کا یہ طرز عمل کہ درود میں ذکر آل محمدؐ سے پہلو تہی اور
صرف صلی اللہ علیہ وسلم کہنا ایسی درود ہے جو نہ خدا کو پسند ہے نہ رسول خداؐ
کو نہ اس کا کوئی اجر ہے نہ صلہ پیغمبر اسلام نے ایسی درود کو دم بریدہ کہا
ہے جیسا کہ

جواہر العقدین میں صاحب صواعق محرقہ کی رسول اللہ سے یہ حدیث
نقل کی ہے آپ نے فرمایا ہے کہ مجھ پر دم بریدہ درود مت بھیجو تو لوگوں
نے آپ سے معلوم کیا کہ وہ کونسی درود ہے فرمایا اللّٰھم صل علی محمد وسلم
ہے جس میں ذکر آل نہ ہو جیسا کہ اس دور میں بعض مسلمانوں کا طریقہ ہے
اس میں کبھی آپ نے ذکر آل کی شمولیت واجب قرار دی ہے نہ ذکر حضرت
ابراہیم و آل ابراہیم کیا نہ ان جیسی رحمتوں و برکتوں کا تذکرہ کیا۔ اگر یہ
الفاظ شامل درود ہوتے تو آپ ان کا ذکر ضرور کرتے۔

اس کے ماسوا آل ابراہیم میں ایسے لوگ بھی ہیں جنھوں نے اپنے
سوتیلے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے باپ حضرت یعقوب

علیہ السلام کی ان سے خصوصی محبت اور حسد و جلن ہیں اور سوتیلے پن یا
رقابت کی بنا پر ان کو قتل کرنے اور ان پر ہر رنگ کے ظلم و ستم
کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی پھر کیسے آل ابراہیم کو آل محمدؐ کے
مساوی اور ان کے ہم پلہ قرار دیا جا سکتا ہے یا ان سے افضل
بہتر۔

اہلبیتؑ
اور
شرف تطہیر

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و
یطھرکم تطھیرا

خدا نے ارادہ کر لیا ہے کہ تم اہلبیت کو ایسا پاک کر دے جیسا
لے کرنا چاہیے۔

علماء شیعہ ہی نہیں بلکہ علماء اہلسنت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت
حضرت علی و حضرت فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کی شان میں نازل
ہوئی ہے خداوند عالم نے جن اہلبیت کی طہارت کا اعلان کیا ہے
وہ یہی حضرات ہیں اگرچہ بخلاف اجماع بعض لوگوں نے جن کا تعلق
اہلسنت سے ہے اس میں ازواج رسول اللہ کو بھی شامل کرنے
کی کوشش کی ہے جو کسی طرح قابل قبول نہیں۔ یہ خیال خداوند

"" سراسر غلط ہے یہ دوسری بات ہے کہ بعض لوگ اپنی اندھی عقیدت مندی کی بنا پر اجماع امت کیخلاف ان کو شامل آیہ تطہیر کر رہے ہیں حالانکہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں سے کسی نے اسکا دعویٰ نہیں کیا۔ ان لوگوں کے اس خیال خام کی تردید میں اصحاب پیغمبرؐ و ازواج پیغمبر دونوں کے اقوال نقل کر کے اپنے مضمون کو تقویت دے رہے ہیں جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ حقیقت میں اہلبیت نبوی کون حضرات ہیں اور اگر ازواج کو بھی شامل کیا جائے تو اس آیت تطہیر کا کیا پس منظر ہوگا اسے اجاگر کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں تاکہ عوام اس مغالطہ سے گمراہ نہ ہوں۔ اس سلسلہ میں سارا مواد علماء اہلسنت اور ان ہی کے معتبر و مستند راویان حدیث و صاحبان تفسیر قرآن سے ماخوذ ہے چنانچہ

صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ زید ابن حبان بیان کرتے ہیں کہ میں اور حصین اور عمران بن حصین زید ابن ارقم صحابی رسول اللہ کے پاس گئے تو حصین نے ان سے کہا اے زید تم نے بہت نیکیاں حاصل کی ہیں۔ رسولخدا کو بھی دیکھا ہے اور ان کی صحبت سے بھی فیضیاب ہوئے ہو اور بہت سی احادیث بھی سنی ہیں اور ان کے ساتھ جنگوں میں شرکت بھی کی ہے اور ان کے ساتھ نمازیں بھی پڑھی ہیں لہٰذا جو کچھ آپ نے رسول اللہ سے سنا ہے کچھ ہم

سے بھی بیان کرو تو زید نے کہا بھتیجے میری عمر بہت زیادہ ہوگئی ہے اور بہت بوڑھا ہو گیا ہوں۔ بہت سی باتیں جو میں نے رسول اللہ سے سنی ہیں بھول چکا ہوں مگر اب میں جو تمہیں بتاؤں اسے غور سے سنو اور جو نہ کہوں اسے مت پوچھو۔

ایک روز میں اور رسول اللہ ایک چشمہ کے کنارے جسے خم کہتے ہیں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ہے خطبہ بیان کرنے کھڑے ہوئے اور خداوند عالم کی حمد و ثنا کے بعد وعظ و نصیحت کی اور فرمایا اے لوگو میں بھی ایک انسان ہوں میرا گمان ہے کہ میرے پاس خدا کا قاصد آنے والا ہے اور وہ جو کچھ کہے گا، میں اسے مانونگا۔ دیکھو میں تم میں دو بیش بہا چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ایک خدا کی کتاب جو ہدایت اور نور سے بھری ہوئی ہے تم اسے لو اور اس کے احکام کی پابندی کرو پھر فرمایا دوسری چیز میرے اہلبیت ہیں تم کو میں ان کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں۔ یہ سنکر حصین نے کہا اے زید کیا ازواج رسول اللہ اہلبیت میں شامل نہیں جواب دیا ہرگز نہیں۔ اسلئے کہ عورت مرد کے ساتھ اس وقت تک ہے جبتک وہ اس کے نکاح میں ہے جب وہ اسے طلاق دے دیتا ہے اپنی قوم اور اپنے عزیزوں میں چلی جاتی ہے۔

ترمذی و مسلم دونوں میں ام سلمہ زوجہ رسول اللہ سے منقول ہے انھوں نے بیان کیا کہ جب آیہ تطہیر نازل ہوئی تو میں اپنے حجرے کے دروازہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور میرے حجرے کے اندر رسول اللہ اور حضرت علی و فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام تشریف فرما تھے۔ پس رسول اللہ نے ان کو کپڑا اوڑھا دیا اور فرمایا خداوند عالم یہ میرے اہلبیت ہیں اور میرے مددگار ہیں ان سے ہر گندگی کو دور کر اور ایسا پاک و پاکیزہ کر جیسا کہ تو کر سکتا ہے۔ یہ سنکر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں بھی ان میں سے ہوں فرمایا نہیں البتہ تم خیر پر ہو۔

علامہ طبرانی ام سلمہ سے اس طرح نقل کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ میرے گھر میں تشریف فرما تھے۔ خادم نے آکر کہا کہ حضرت علی و حضرت فاطمہ دروازے پر تشریف رکھتے ہیں۔ یہ سنکر آپ نے مجھ سے فرمایا اٹھو اور جاؤ اور میرے اہلبیت سے الگ ہو جاؤ۔ یہ سنکر میں اٹھی اور ایک گوشہ میں جا بیٹھی اور حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام گھر میں آئے حسنین اسوقت چھوٹے بچے تھے۔ ان کو رسول اللہ نے بازو تھام کر اپنی گود میں بٹھالیا پھر حضرت علی کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے ہاتھ سے حضرت فاطمہ کو پکڑا اور دونوں کو بھی بوسے دیئے

اوران سب کو اپنا کمبل اڑھا دیا اور فرمایا اے خداوند عالم یہ ان کو اور خود کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ یہ سن کر میں نے کہا یا رسول اللہ کیا میں بھی ان میں سے ہوں تو فرمایا تم بھی خیر پر ہو۔

مسلم و ترمذی میں حضرت عائشہ سے مروی ہے انھوں نے بیان کیا ہے کہ ایک روز رسول اللہ ہمارے گھر میں تشریف لائے۔ بالوں کی ایک منقش چادر اوڑھے ہوئے تھے پھر حضرت حسنؑ تشریف لائے۔ آپ نے انھیں اپنی گود میں لے لیا پھر حضرت حسینؑ تشریف لائے انھیں بھی آپ نے اپنی چادر میں لے لیا پھر حضرت فاطمہؑ تشریف لائیں انھیں بھی آپ نے اپنی چادر میں لے لیا۔ پھر حضرت علیؑ تشریف لائے انھیں بھی اس چادر میں لے لیا۔ پھر فرمایا خداوند عالم ارادہ کر چکا ہے اے اہلبیت تم سے ہر گندگی و پلیدی کو دور کر دے اور تم کو ایسا پاک و پاکیزہ کر دے جیسا کہ حق ہے

ابو حاتم و احمد نے واثلہ ابن اسقع سے اس طرح روایت بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت علی علیہ السلام کی تلاش میں حضرت فاطمہؑ کے گھر پہونچا اور ان کو معلوم کیا تو جناب سیدہ نے کہا وہ رسول اللہ کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ میں ان کے انتظار میں وہیں بیٹھ گیا۔ دیکھا کہ رسول اللہ تشریف لاتے اور ان کے ساتھ حضرت علیؑ و حسنؑ و حسینؑ بھی تھے۔ آپ ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے یہاں تک

اور امام حسنؑ کو اپنی داہنی ران پر بٹھایا اور امام حسینؑ کو بائیں ران پر بٹھایا اور حضرت علیؑ و فاطمہؑ کو اپنے سامنے بٹھایا اور ان کو اپنی چادر اڑھادی پھر آیۂ تطہیر پڑھی اور فرمایا اے خدا اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تو یہ ارادہ کر چکا ہے کہ اے اہلبیتؑ تم سے برگندگی و پلیدگی کو دور کردے اور تم کو ایسا پاک کردے جیسا اسے کرنا چاہیئے۔

ترمذی میں انس ابن مالک سے منقول ہے انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہؐ جب نماز پڑھنے جاتے تو روزانہ چھ مہینہ تک حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دروازہ پر کہتے رہے الصلوٰۃ اھل البیت پھر آیۂ تطہیر پڑھتے تھے۔

احمد بن حنبل ابو حمراء سے روایت بیان کرتے ہیں انھوں نے کہا میں نو مہینے رسول اللہؐ کی خدمت میں رہا اور دیکھا جب صبح ہوتی تو جناب سیدہؑ کے دروازہ پر آتے اور فرماتے اے اہلبیتؑ خدا تم پر رحم کرے اور پھر آیۂ تطہیر پڑھتے۔

علامہ بیہقی بیان کرتے ہیں کہ شہر ابن حوشب ام سلمہ زوجہ رسولؐ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسولخدا نے حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کو ہمارے پاس لاؤ۔ جب وہ لائیں تو ان حضرتؐ نے ان کو اپنی چادر اڑھائی اور فرمایا اے پروردگار یہ آل محمدؐ ہیں ان پر اپنی رحمت و برکت نازل کر۔

ابو سعید خدری ابن عباس سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ جب نماز پڑھنے جاتے تھے تو روزانہ چھ مہینے تک حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دروازہ پر جا کر الصلوٰۃ یرحمکما للہ اھل البیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا فرماتے رہے۔

رسول اللہ کا یہ طرز عمل کہ جب نماز صبح کیلئے تشریف لے جاتے تھے تو پہلے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دروازے پر جا کر الصلوٰۃ یرحمکم اللہ کہتے اور آیت تطہیر پڑھتے تھے اور یہ عمل مہینوں بلا ناغہ رہا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں آپ کو ان سے نماز کی قضا یا تساہلی کا گمان تھا جس کیوجہ سے روزانہ ان کو جگانا اور نماز کیطرف اسطرح متوجہ کرنا تھا بلکہ اس سے لوگوں کو اہمیت نماز اور اپنے اہلبیت کا تعین و تشخص کر کے متعارف کرانا تھا۔ اس لئے کہ آپ کو اس کا علم تھا کہ لوگ اہلبیت کے مبہم لفظ سے کسی وقت بھی ناجائز فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور ان لوگوں کی داخل اہلبیت کر سکتے ہیں جو ان صفات سے عاری ہوں جو اہلبیت میں ہیں جو سراسر منشاء خدا کے منافی ہوگا۔ اسی لئے پہلے ذکر نماز پھر ان کیلئے بارگاہ خدا سے طلب رحمت پھر آیت تطہیر کی تلاوت فرما کر ان کی عظمت و منزلت ظاہر کر کے یہ ثابت کرنا تھا کہ

اہلبیت ان ذوات مقدسہ کے علاوہ کوئی نہیں جس کی تطہیر بلا واسطہ خود پروردگار عالم نے کی ہے یعنی اس عمل تطہیر میں پیغمبر اسلام کو بھی دخل نہیں حالانکہ لوگوں کی تطہیر آپ کا فرض منصبی ہے مگر تطہیر اہلبیت کے عمل کو خدا نے اپنا کر ان کو ایسی امتیازی شان عطا کی ہے جو کسی اور کو نصیب نہیں اسلئے کہ یہ اہلبیت رسول یعنی حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام فطری طیب و طاہر ہیں جبکہ سب مسلمان کفر و شرک کے ماحول کے پروردہ ہیں جن کی تطہیر پیغمبر اسلام کے دست حق پرست کی رہین منت ہے ان کے علاوہ کوئی بھی مسلمان نہ پیدائشی مسلمان ہے نہ طیب و طاہر ہے چاہے وہ ایمان کی کسی منزل پر ہو۔ اہلبیت کی یہ انفرادی فضیلت ہے۔ رسول اللہ کی طرح یہ پیدائشی طیب و طاہر ہیں اور پانچ صفات میں ان کے مساوی اور شریک و سہیم ہیں جیسا

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ اہلبیت کو خداوند عالم نے پانچ صفات میں پیغمبر اسلام کے مساوی قرار دیا ہے:

اول آپ کے لئے السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ اور اہلبیت کے لئے سلام علی الیسین یعنی آپ کے لئے سلام ہو تم پر اے نبی اور اس کی رحمتیں اور برکتیں اور اہلبیت کے لئے اے آل یسین تم پر سلام ہو۔

نور الدین شافعی جواہر العقدین میں لکھتے ہیں کہ ابن عباس نے

بیان کیا ہے کہ یٰسین سے مراد اہلبیت ہیں

کلبی بھی نقاش سے بیان کرتے ہیں کہ آل یٰسین سے مراد

آل محمد ہیں اور صلواۃ علی النبی بھی ایسی ہی جیسا کہ نماز کے تشہد میں

ہے

دوسرے طہارت۔ چنانچہ رسول اللہ کے لئے فرمایا ہے طٰہٰ

ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ اور اہلبیت کے لئے فرمایا ہے

ویطہرکم تطہیرا

تیسرے درود اللھم صل علی محمد وآل محمد

چوتھے تحریم صدقہ۔ یعنی جس طرح رسول اللہ پر صدقہ حرام ہے

اسی طرح اہلبیت پر بھی جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے صدقہ آل محمد پر

حرام ہے

پانچویں محبت۔ آپ نے فرمایا ہے میری پیروی کرو خدا تم کو

دوست رکھے گا اور اہلبیت کے لئے ہے کہ قل لا اسئلکم علیہ

اجرا الا المودۃ فی القربیٰ اس لئے بھی اہلبیت

پیغمبر کے مساوی ہیں۔

اس سے بڑی فضیلت نصیب ہوئی کہ آپ درود میں بھی

بغیر آل کا ذکر نہیں ہے مگر اس میں [illegible] مذکورہ حبیب ہے

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آل کا ذکر نہ کیا جائے تو درود

ناکمل و ناقص نہیں بلکہ حکم خدا اور رسول کے خلاف ہے۔ اسی طرح تطہیر
میں آپ سمجھ لیجئے طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن آپ کو سرچشمۂ
طہارت کہا گیا ہے۔ اس میں بھی در و دکی طرح الگ سے اہلبیت
کو شامل کیا جا سکتا تھا مگر یہاں ایسا نہیں کیا گیا بلکہ طہارت
اہلبیت کو خداوند عالم نے بنفس نفیس اپنا عمل قرار دیکر ان کو
خصوصی فضیلت سے نوازا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ان کی پاکیزگی
اوروں کی طرح طفیلی نہیں یا بعد کفر و شرک ہے بلکہ وقت خلقت
ہی سے خدا نے ان کو پاک و پاکیزہ پیدا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
خاتم النبیین محبوب رب العالمین مخدوم ملائکہ مقربین جیسی برگزیدہ
ہستی جس کی بارگاہ میں عام فرشتوں کی تو کیا بساط ہے جبرئیل
امین جیسی ذات بغیر اذن و تحفۂ سلام خدا داخل نہیں ہو سکتی تو ایسے
مقرب بارگاہ الٰہی و ہادی کونین کا در فاطمہ پر روزانہ بلاناغہ اپنے
ایک فریضہ کی طرح نو مہینہ تک نماز کے لئے مسجد میں جانے سے پہلے
الصلوٰۃ یرحمکم اللہ کے ساتھ آیت کی تلاوت فرمانا اور پھر مسجد
تشریف لے جانا اہلبیت کی وہ انفرادی عظمت ہے جس کے بیان کی نہ
زبان میں طاقت ہے نہ قلم میں اس کے احاطہ تحریر میں لانے کا یارا۔
تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ کا ہر عمل طلب خوشنودی اور حسب
منشاء خدا تھا اس میں نہ اقربا پروری تھی نہ خواہش نوازی کا جذبہ،

نہ کسی طرح کا شائبہ نفس و نفسانیت لہٰذا آیت تطہیر کے بعد حلال کا یہ معمول عین منشاء خدا کے مطابق تھا۔ اس مسئلہ میں اس شبہ کی بھی کوئی گنجائش نہیں کہ آیت تطہیر میں خدا نے ارادہ ہی تو کیا تھا اس پر عمل درآمد ہو یا نہ ہو اس کی مرضی پر موقوف ہے۔ جاننا چاہیے کہ یہ خدا کا ارادہ ہے جس کی شان بقول اس کے یہ ہے کہ جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو ہو جا کہتا ہے وہ ہو جاتی ہے بلکہ صرف منشاء پر عالم وجود میں آجاتی ہے نہ ہماری طرح فراہمی اسباب پر موقوف ہے نہ مصلحت وقت پر۔ اسے کسی شے کی تخلیق میں نہ غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے نہ کسی سے صلاح و مشورہ کی۔ اس کی مشیت و ارادہ ایک ہی شے ہے اگر یہ ارادہ پایۂ تکمیل کو نہ پہونچا ہوتا تو پیغمبر اسلام کا یہ معمول در حضرت فاطمہ پر جا کر بانماز تہنیت و مبارکباد لے دہرانے کا کوئی حق تھا نہ روزانہ ان کو اس طرح بے چین کرنے کا۔ یہ جامع الفضائل فضیلت اہلبیت کیلئے خداوند عالم کا وہ عطیہ تھی جس کی مثال نہیں۔ ماننا پڑیگا کہ اس طرز عمل سے رسول اللہ کا مقصد اہلبیت کو خدا کی اس نعمت غیر مترقبہ کی اہمیت کا احساس دلانا، وہ خود کے لئے گئی بارگاہ الٰہی میں اظہار تشکر کا مظاہرہ تھا اور مسلمانوں کو اہمیت نماز سے متعارف کرانے کا لاثانی طریقہ کار۔ تمام انبیاء میں صرف آپ کو یہ شرف حاصل ہے۔ کسی نبی یا رسول کی اولاد کو یہ شرف حاصل نہ ہوا جب

ارادہ خدا عین عمل ہے تو تخلیق اہلبیت کے وقت ہی یہ تطہیر عمل میں آ
اس کو اعلان تطہیر کے وقت سے ماننے کا کوئی جواز نہیں۔ نہ اس کو
تطہیر کے وقت نزول سے شمار کئے جانے کا۔ ورنہ اس سے پہلے کا
مجبوری تطہیر ماننا پڑیگا۔ جو اس انفرادی فضیلت کو دعوائے ادعا
بے وقعت بنا دیگا نہ یہ باعث نزول آیات رہے گی کیونکہ اس
طرح تو ہر مسلمان کی تطہیر عمل میں آئی ہے۔ اس میں اھدنا الصراط
المستقیم کی طرح تمنا ہے، بجائے تطہیر ہے نہ کہ اعلان تطہیر
درحقیقت بارگاہ خدا سے ان کی عفت و عصمت کا یہ ایسا اعلان
خدا ہے جو کسی مسلمان کے لئے نہیں۔ مباہلہ اس کا گواہ ہے۔ یہ طہارت
الٰہی تمام مسلمانوں میں اہلبیت کا امتیازی نشان ہے۔ یہ شرف خصوصی
اس کی کبھی نشاندہی کرتا ہے کہ تطہیر ان کی عصمت کے دوام کی ضمانت
ہے۔ اس میں کسی وقت اور کسی حال میں ضعف کا اندیشہ نہیں۔ اس
ارادۂ تطہیر اہلبیت کے یہ معنی کبھی بیجا نہ ہونگے کہ خدا اس کو باقی رکھنے کا
ارادہ کر چکا ہے یعنی توفیقات خدا ان کے ہر وقت شامل حال
رہینگی۔

مختصر یہ کہ اس تطہیر کا مقصد ہر قسم کی عصبیت و معصیت اور ہر
عمل خلاف منشاء الٰہی کی نفی ہے جیسا کہ
فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ اس تطہیر اہلبیت سے

مراد ان کا اصل سے الگ اعزاز و اکرام سے نوازنا ہے

راغب اصفہانی کہتے ہیں کہ تطہیر کو جسموں اور عادات و اخلاق
سب ہی کے لئے کہی جا سکتی ہے مگر تطہیر اہلبیت سے مراد گندوں د
جسموں کی ظاہری نجاست نہیں بلکہ ان کو آلودہ صفات و لائق
مدح و ثنا قرار دینا ہے

اہلبیت کا لفظ اگرچہ گھر کے تمام لوگوں کے لئے ہوتا ہے مگر
جس وقت رسول اللہ نے اللھم ھولاء اہل بیتی یعنی خداوندا
یہ میرے اہلبیت ہیں فرمایا تو سوائے حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ
علیہم السلام سب اس سے خارج ہو گئے اور صرف یہی افراد اہلبیت
رسول اللہ باقی رہ گئے اور ان سے صرف انہی کی عصمت ثابت ہے
ان جیسا کوئی اور نہیں جو اس شرف تطہیر میں شریک و سہیم ہو۔ اسی
لئے اس میں اہلبیت آیا ہے اہل بیوت نہیں آیا جیسا کہ جہاں نبی
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ازواج کیلئے وقرن فی بیوتکن
آتا ہے اگر وہ ان اہلبیت میں شامل ہوتیں تو یہاں بھی بیوت کا لفظ
آتا کیونکہ ان کے گھر الگ الگ تھے یہاں چونکہ اہلبیت ایک ہی
گھر میں رہنے والے ہیں اسی لئے حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے
علاوہ کسی کو ان میں شامل نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ تمام علماء اسلام
کا متفقہ فیصلہ ہے جیسے مقاتل و ابو سعید خدری و انس بن مالک

زید ابن ارقم ام المومنین حضرت عائشہ و ام سلمہ کے نزدیک بھی یہی حضرات ہیں اور انہی کے لئے آیت تطہیر نازل ہوئی ہے پھر بھی بعض اہلبیت دشمن لوگ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان میں شامل کرتے ہیں مگر ان کو معلوم ہے کہ تمام علماء و ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب اہلبیت آل عبا کو تسلیم کرتے ہیں اور خود ازواج رسولخدا ان میں شامل ہونے کی مدعی نہیں ہیں۔ ان کا ان اہلبیت میں شمولیت کا دعویٰ نہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ان ذوات مقدسہ کو خود سے ارفع و اعلیٰ اور ہر غلطی و لغزش عمل سے مبرا و منزہ مانتی ہیں اور خود کو ان کے دوش بدوش کھڑا ہونے کے لائق نہیں نہیں سمجھتیں حالانکہ رسول اللہ کی بیویاں ہونے کی وجہ سے یہ دعویٰ بعید از قیاس بھی نہ تھا۔ افضلیت اہلبیت کی یہ بھی ایک مستحکم دلیل ہے اس وجہ سے بھی انھوں نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ قرآن پاک ان کی زندگی پر اس طرح تبصرہ کرتا ہے :

ازواج نبی اور قرآن

یا ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیٰوۃ الدنیا تا اطعن اللّٰہ ورسولہ

اے نبی تم اپنی بیویوں سے کہدو اگر تم دنیا کے عیش و عشرت

کی طالب ہو تو آؤ میں تم کو طلاق پانے والی عورتوں کی طرح سے تمہارے حقوق دے کر تم کو رخصت کر دوں اور اگر تم خدا و رسول کی مرضی کی طالب ہو اور آخرت پسند ہو تو خداوند عالم نے تم میں سے نیک کرداروں کے لئے اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے جس کے سامنے دنیا کی کوئی آسائش کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

اکثر علماء اس کے نزول کا یہ سبب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ کی بعض بیویاں آپ کے مقدور سے زیادہ عمدہ کھانے عمدہ قیمتی لباس پہننے کی طالب تھیں جس کی آپ کو استطاعت نہ تھی اس وقت آپ کی نو بیویاں تھیں چنانچہ

واحدی جو علماء اہلسنت کے عالم جید ہیں اپنی تفسیر میں ابن عباس سے یوں روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول خدا اپنی بیوی حفصہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں کے درمیان کچھ بدمزگی ہو گئی تھی۔ اس لئے کہ وہ آپ سے مقررہ خرچ سے زیادہ طلب کرتی تھیں اور آپ میں اتنی گنجائش نہ تھی۔ آپ نے فرمایا میں تمہارے اور اپنے درمیان ایک ثالث مقرر کر دوں حفصہ نے کہا ضرور مقرر کیجئے لہذا آپ نے حضرت عمر حفصہ کے والد کو بلایا اور کہا میرے اور حفصہ کے درمیان فیصلہ کر دو۔ انھوں نے اپنی لڑکی حفصہ سے پوچھا کیا کہتی ہے تو اس نے کہا رسول اللہ کی جیب

بارہ میں گفتگو کرینگے اور آپ سے یہ بھی کہا کہ حق لینا

یہ الفاظ سن کر حضرت عمر نے حفصہ کے مارنے کو ہاتھ اٹھایا

تو رسول اللہ نے کہا اے عمر ہرگز مت مارنا۔ حضرت عمر نے حفصہ سے

کہا اے دشمن خدا پیغمبر خدا حق کے سوا بھی کچھ کہہ سکتا ہے قسم اس خدا کی

جس نے انھیں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اگر اس وقت آپ نہ ہوتے تو میں

تجھے اتنا مارتا کہ تو مرجاتی۔ رسول خدا وہاں سے اٹھے اور غرفہ میں

جو ایک پوشیدہ جگہ تھی تشریف لے گئے اور ایک مہینہ وہاں

رہے نہ کسی بیوی کے پاس گئے نہ ان میں سے کسی کو اپنے پاس بلایا۔ ۲۹

دن کا مہینہ تمام ہوا تو جبرئیل آیت اختیار لائے جس کا تذکرہ اسی

سورہ احزاب میں ہے۔

قابل غور امر یہ ہے کہ ایک پیغمبر خدا کی بیوی اتنی گہری قربت اور

آٹھوں پہر کی معاشرت کے بعد بھی خدا کے نبی کو عام انسان کی طرح

خلاف حق کہنے کی امید رکھتی ہے حالانکہ آپ کی صداقت و دیانتداری

کو کافر بھی مانتے تھے اور کہتے تھے کہ بے شک محمد صادق و امین ہیں۔

بیبیات رسول خدا سے ان کی اسی فرض نشناسی اور بے بصیرتی کا نتیجہ

تھی۔ اب خداوند عالم باندازِ عتاب اس طرح خطاب فرماتا ہے

یا نساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لہا

العذاب ضعفین ۱ ؎ اے ازواج نبی تم میں سے جو بھی ایسی برائی

ہو گی جو اطاعت خدا و فرمانبرداری نبی کے خلاف ہو تو اسے اس برائی
کا دگنا عذاب دیا جائے گا برخلاف دوسری برائی کرنے والی
عورتوں کے۔ یہ اس لئے کہ نبی کی بیوی ہونے کی وجہ سے تمہاری
ذمہ داریاں زیادہ ہیں جس طرح تمہاری فضیلت بھی ان سے
زیادہ ہے اور تمہارا ازواج نبی ہونا خدا کے نزدیک عذاب سے
کا وارث نہیں بن سکتا اور تم میں سے جو بھی خدا و رسول کی فرمانبردار
ہو گی اس کو ایک نیکی کا دگنا صلہ ملے گا۔ ایک اطاعت خدا کی وجہ
سے دوسرا خوشنودی پیغمبر کی وجہ سے۔ پھر ارشاد باری ہے:

لستن کاحد من النساء اے نبی کی عورتوں تم امت کی
دوسری عورتوں کی طرح نہیں۔ خدا سے ڈرو اور اس کی اطاعت کرو
اور اپنی آواز کو نرم و نازک بنا کر لوگوں سے بات چیت کرو کیونکہ
تم دوسری کی مثل نہیں جن میں شرم و حیا نہیں ہوتی تاکہ وہ لوگ
جن کے دلوں میں کھوٹ ہے ایسی کہ تمہاری طرف رغبت کریں
اور لطف اندوز ہوں۔ جب بات کرو دینداری و خدا پرستی کو مد نظر
رکھو۔

منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض عورتوں نے یہ طریقہ
کیا کہ جب کوئی غیر مرد ان کے دروازے پر آ کر آواز دیتا اور گھر
میں کوئی مرد نہ ہوتا تو بڑی کرخت اور تلخ آواز میں جواب دیتی تھیں

علیہ وآلہ وسلم اس کی پابندی واجب و لازم ہے یعنی ان کو اپنی تمام عمر
اس کی پابندی کرنی ہوگی جس طرح کہ بقول خدا
رسول اللہ کی بیبیاں مومنین کی مائیں ہیں اسی طرح بعد
حیات نبی بھی۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ازواج نبی کے طور طریقے اور بود و
باش اتنی خلاف منشاء رضاء و رسالت مرضی رسول تھی کہ خداوند عالم کو
اپنے نبی کے گھریلو معاملات میں اتنی دلچسپی لینی پڑی کہ ان کے ساتھ دخل دینا
ہوتا پڑا کہ آپ کو ان کے خلاف کی چھوٹ دے دی۔ معلوم ہوا کہ وہ
آپ کی روک ٹوک کو سنی ان سنی کر رہی تھیں۔ اگر آپ ان کی
اصلاح حال نہ کرتے ہوتے تو ایسی غفلت و چشم پوشی ہوتی جو
منصب رسالت کے شایان شان نہ ہوتی۔ خداوند عالم نے اپنے نبی کو
ان کے بارے میں بے اثر دیکھ کر منصب رسالت کو بے توقیر پا کر اس کی
عزت کو مجروح ہونے سے بچانے کے لئے اس میں خود مداخلت
کر کے ان کو سبق دیا اور بتا دیا کہ تمہاری اس بود و باش اور طرز
زندگی سے رسول ہی نہیں بلکہ خدا بھی بیزار ہے اور اس قدر کہ وہ
نبی کریم کو طلاق دے کر گھر سے باہر کر سکتا ہے۔ لہذا ان کو عام
عورتوں کی طرح شمار نہ کرو۔ ان ازواج کی جو حیثیت ہے ویسے تمہاری
ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں اور اس طرز زندگی پر گرفت کر دی

دیکھو اس شرافت نبی سے وہی استفادہ کر سکتی ہے جو ذاتی فضائل
سے بھی بہرہ ور ہو۔ یہ شرف زوجیت نبی اس کو زیب دیتا ہے جو حسن
کردار کی مالک ہو اور وہی اس پر فخر و مباہات کر سکتی ہے جیسا کہ
اس کے لئے امیر المومنین ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کے پاس حسن
کردار نہیں اس کے لئے شرف نسبتی کچھ نہیں۔ قرآن اس پر شاہد ہے کہ
بداعمالی ہر ایک کے لئے قابل مواخذہ ہے جیسا کہ حضرت آدم و حضرت
نوح پیغمبران خدا کے بیٹے اپنی بداعمالی کے سبب عذاب خدا سے نہ
بچ سکے۔ خدا و رسول کی مخالفت کی وجہ سے جب مبتلائے عذاب
ہوئے تو شرف نسبت پیغمبری ان کے کام نہ آیا۔ اسی طرح حضرت
نوح و لوط کی بیویاں جب مبتلائے عذاب خدا ہوئیں تو ان کو شرف
زوجیت پیغمبران کو اس سے نہ بچا سکا گو وہ خدا کے پیغمبروں سے
سب سے زیادہ قریب تھیں مگر یہ قربت جسمانی تھی روحانی نہ تھی
اتحاد ظاہری تھا اتحاد باطنی نہ تھا۔ اس لئے شرف زوجیت پیغمبر کچھ
بھی کام نہ آیا۔

معلوم ہوا کہ کسی کی اولاد یا بیوی یا ہم نشین ہونا اس وقت
تک باعث فخر نہیں جب تک حسن کردار نہ رکھتا ہو۔ پھر ارشاد
باری تعالیٰ یوں ہے

یا ایھا النبی قل لازواجک لستن کاحد من النساء

میں بیٹھنے کا حکم دے کر اسلامی زندگی کا نمونہ بنانا تھا اور اس دور کی سماجی زندگی سے دور رکھنا۔ منشاء یہ ہے کہ قرآنی اسلام کی بیبیاں ہو تمہارے موجود طریقے اور رہن سہن اسلامی اور قرآنی ہونا چاہیے۔ کافر عورتوں کی طرح تم آزاد اور خود مختار نہیں اس سے یہ بھی واضح ہے کہ وہ ازواج نبی ہونے کے باوجود خدا اور رسول کی پسندیدہ زندگی سے تا ہنوز محروم تھیں اور زمانہ کفر کا طرز حیات اپنائے ہوئے تھیں۔ خدا کے اس طاقت سے بھرپور حکم سے ظاہر ہے جو خدا نے اپنے نبی کو ایک حاکمانہ لہجہ میں دیا ہے ان کی شدت بے حد ناخوشی کی دلیل ہے اور خلاف مرضی باہر نکلنے کی وہ بھی ان کافر عورتوں کی طرح جو بن سنور کر جہاں اور جس کے یہاں بھی چاہتا آتی جاتیں اور جب من میں آتا گھر سے نکل پڑتی تھیں۔ محرم و نامحرم اور پردہ کا ان کے یہاں سوال ہی نہ تھا۔ یہ رسم و رواج اور یہ رنگ ڈھنگ سراسر منافی اسلام تھا جو انھوں نے بھی اپنا رکھا تھا۔ جب انھوں نے بھی یہ سماجی زندگی نہ چھوڑی تو گھروں میں بیٹھنے کا یہ فرمان خدا بشکل آیات قرآنی ان کی اصلاح حال کے لئے آیا جس سے ان کے بے جھجک کافر عورتوں کی طرح پھرنے پر پابندی لگائی۔ اس میں یہ پہلو بھی مد نظر تھا چونکہ عورت حریص اور نفس پسند ہوتی ہے گھر سے باہر نکل کر بے پردہ عورتوں

کے جاذب سنگھار رشتات بات کو دیکھ کر ان کی نفس اجاگر گھر میں شوہر
کے لئے پریشانیوں کا باعث بنے گی اور اس سے ایسے مطالبات کرے گی
جو اس کی استطاعت سے باہر ہونگے اور آپس میں باعث نزاع بنیں گے
جیسا کہ پیغمبر اسلام کی ازدواجی زندگی میں پیش آیا اور حضور ناراض
ہوئے بھی اس کے ماسوا شرم و حیا اسلام میں عورت کا قیمتی سرمایہ
ہے جو وقت بے وقت ادھر ادھر آنے جانے سے بغیر کسی اشد ضرورت
کے بے پردہ عورتوں میں ضعف سے ضائع ہونے کا قوی امکان ہے
ان اندیشوں کی بنا پر خداوند عالم نے ازواج نبی کو گھر میں بیٹھنے کا
حکم دے کر اور تمام مومنہ عورتوں کو اس کا پابند ہونے کا حکم دیا ہے
بلکہ سبق دیا ہے تاکہ غیرت اسلام کسی وقت مجروح نہ ہو اور مرد کی بالادستی
بھی جو اس نظام کے مفاد میں ہے برقرار رہے۔

ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کے لئے خداوند عالم
کی اس ہدایت کا منشاء تمام مسلمان عورتوں کو اس ہر گندگی سماج کی
گرفت سے بچانا مقصود ہے مگر یہ ہدایت حیات نبی تک ہی محدود
نہیں ہے بلکہ ان کی حیات کے بعد بھی اسی پابندی سے بیٹھے رہنے کا حکم ہے
جیسا کہ آپ کی زندگی میں پابندی سے بیٹھنے کا حکم ہے۔ اگر بعد حیات
نبی جو بیوی اس حکم خدا کی خلاف ورزی کرے گی خدا و رسول کی اطاعت سے
نکل جائے گی اور اس دوہرے عذاب کی مستحق ہوگی جس کا ذکر خدا

کیا ہے۔ اسی لئے بعد وفات رسول اللہ لوگوں نے آپ کی زوجہ حضرت
سودا سے کہا تم حج و عمرہ کیوں نہیں جاتیں کہا کہ حج ادا کر چکی ہوں
پس میرے رب کی مرضی ہو کہ اب اس حجرہ سے باہر نکلوں
حتیٰ کہ مجھے ... جو کچھ بتا گئے ہیں نکلوں گی نہ ہرگز نکلوں گی۔ چنانچہ ایسا
ہی ہوا۔ ان کا جنازہ ہی اس حجرے سے باہر نکلا۔ چنانچہ

مسلمان عورت کے پردہ کے سلسلہ میں رسول خدا فرماتے ہیں جو
عورت بغیر سخت ضرورت اور بغیر اجازت شوہر اپنے گھر سے باہر جاتی
ہے تو گھر واپس آنے تک خدا و ملائکہ اس پر لعنت بھیجتے ہیں نیز
آپ فرماتے ہیں جو عورتیں بن سنور کر اور خوشبو لگا کر گھر سے نکلتی ہیں
اگر وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کہیں آتی جاتی ہیں تو قدم قدم پر
اس کے لئے جہنم کا دروازہ کھولتی ہیں اور اگر اس کی مرضی سے گھر سے
باہر نکلتی ہیں تو ان کے شوہر کو اگر دیوث کہا جائے تو بجا نہیں اگرچہ
وہ دیوث نہیں ہیں۔ حقیقت میں اس سلسلہ میں یہ واقعہ بھی دلچسپی
سے خالی نہیں ہے چنانچہ

سبط ابن جوزی نے ایک روز مجمع کثیر میں برسر منبر دعویٰ
کیا کہ جسے جو پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لے میں زمین و آسمان کے تمام
رازوں سے واقف ہوں تو ایک عورت اٹھی جو اس مجمع میں
کسی گوشہ میں بیٹھی تھی اور سوال کیا اس روایت کے بارے میں

کے لئے مداخلت کی اور سورۂ تحریم کی شکل میں یوں ہدایات جاری کیں

یا ایّہا النّبی لما تحرّم ما احلّ اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک

اے ہمارے نبی اس شے کو کیوں حرام کر رہے ہو جس کو خدا نے تمہارے لئے حلال کیا اپنی بیویوں کی خوشنودی کی طلب میں۔

قرآن کے اس سورہ کا سبب نزول مفسرین قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے اپنے دنوں کو بیویوں میں تقسیم کر دیا تھا چنانچہ ایک روز حضرت حفصہ کے یہاں قیام کا دن تھا مگر اس روز وہ اجازت لے کر اپنے باپ کے یہاں چلی گئیں۔ آپ نے ماریہ قبطیہ مادر حضرت ابراہیم کو جنھیں بادشاہ اسکندریہ نے بطور تحفہ آپ کو دیا تھا حجرۂ حضرت حفصہ میں ان کو بلا لیا تھا۔ جب یہ واپس آئیں دیکھا ان کے حجرہ کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ اسے کھٹکھٹایا جب دروازہ کھلا تو انھوں نے آپ کو اور ماریہ قبطیہ کو وہاں دیکھا یہ دیکھ کر رونے پیٹنے لگیں اور کہا کہ ماریہ کے لئے کر رہنے کو میرا ہی گھر رہ گیا تھا۔ ایک لونڈی کے لئے اور میرا گھر؟۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا خدا نے اسے میرے لئے حلال کیا ہے۔ اگر تم کو اتنا ہی ناگوار ہے اور پسند نہیں ہے تو میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام قرار دیے دیتا ہوں مگر دیکھو یہ

بات کسی سے نہ کہنا نہ اس کا ذکر کرنا۔

حفصہ نے اس کا وعدہ کیا جو کچھ ان کے اور حضرت عائشہ کے
درمیان گاڑھا دوستانہ تھا انھیں اور آپ اور حضرت عائشہ کے
درمیان کی دیوار بیچ۔ انھوں نے اپنا دروازہ کھولا اور حفصہ کو
اندر جا لیا تو حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا اے بہن تم کو بشارت
ہو کہ رسول اللہ نے ماریہ قبطیہ کو اپنے لئے حرام کر لیا تو رات دن
تم سے چھٹکارا ملا۔

جب رسول اللہ حضرت عائشہ کے گھر تشریف لائے تو انھوں نے
دبے لفظوں میں اشارہ اور کنایہ سے سارا قصہ جو آپ کے اور حفصہ
کے درمیان ہوا سنا دیا تب یہ سورہ تحریم نازل ہوئی یعنی اپنی
بیوی کے خوشنودی مزاج کے لئے خدا کی حلال کی ہوئی شے کو کیوں
حرام کر لیا۔ اسے تفسیر در منثور و تفسیر کشاف و مسلم و بخاری نے نقل
کیا ہے اور کچھ صاحبان تفسیر قرآن اس کا سبب نزول اور طرح بیان
کرتے ہیں۔

رسول خدا کا یہ معمول تھا کہ روزانہ بعد نماز صبح اپنی بیویوں کے
دروازے پر جا کر احکام خدا بیان کرتے تھے۔ آپ کی بیوی حضرت
زینب کے پاس کچھ شہد رکھا ہوا تھا جس وقت آپ ان کے گھر جا
تے تو وہ آپ کے لئے اس کا شربت بنا کر پیش کرتی تھیں زینب

خداوند عالم نے بذریعہ جبرئیل اپنے نبی کو اس سے مطلع کر دیا تو آپ
نے حفصہ کو وہ سب کچھ نہ بتایا جو انھوں نے حضرت عائشہ سے کہا تھا
بلکہ اس میں سے کچھ ہی بتایا کیونکہ آپ کے حلم و مروت نے انھیں
زیادہ پشیمان و شرمندہ کرنا پسند نہ کیا اور خاموشی اختیار کر لی
اس لیے کہ ان کی اتنی بات سے خیانت و دروغ گوئی ثابت تھی یہ الٹی
گنگا بہتی دیکھیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ تمام حقوق زوجیت
ادا کر کے بھی بیویوں کی اطاعت ہی سے محروم نہیں بلکہ ان کی سازشوں
کا شکار بھی ہیں جس کے لیے کذب بیانی افترا پردازی سے بھی گریز
نہیں کیا جاتا حالانکہ خداوند عالم نے لوگوں کے لیے الرجال
قوامون علی النساء یعنی مردوں کو اپنی بیویوں پر حاکم کی
حیثیت حاصل ہے۔

ہر بیوی کو اس کے شوہر کی اطاعت واجب قرار دی گئی
ہے۔ اس کو خوش رکھنا اس کا فریضہ اول ہے۔ اسلام ہی نہیں تمام
مذاہب و ملت میں عورت کا اپنے شوہر کو خوش رکھنا اور اس کی
فرمانبرداری کرنا لازم ہے اور فطرتاً ہر مرد اپنی بیوی سے اطاعت
طالب ہے۔ نبی خدا تو پھر بھی نبی ہیں جس کی اطاعت بیوی ہی نہیں
بلکہ ہر مرد و عورت پر واجب ہے مگر ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ہیں کہ ایسی نڈر اور ناقدر شناس ہیں کہ ان کی نگاہ میں آپ کی کوئی

دہشت بھی معلوم نہیں ہوتی۔ ان کو عام اتفاقوں سے بھی کم سمجھتی ہیں
جس رنگ ڈھنگ سے بھی چاہتا ہے ستاتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان
عورتوں سے ہر ایک آپ اپنا مطیع و فرمانبردار دیکھنا چاہتی ہیں جیسا کہ
قرآن بیان کرتا ہے جب خدا کے رسول نے حفصہ کو یہ جتایا تو اس نے
گھبرا کر آپ سے معلوم کیا کہ کس نے آپ کو جتایا تو آپ نے فرمایا اس
خداوند عالم نے جو ہر شے کا جاننے والا ہے اور اس سے باخبر ہے اسی
بناء پر آپ نے حفصہ کو طلاق دیدی چنانچہ

استیعاب میں عقبہ ابن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے جب
حفصہ کو طلاق دیدی اور عمر کو جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے پٹک
کر اپنا سر پیٹ لیا

اور دوسری کتابوں میں اس طرح منقول ہے کہ جس وقت
رسول اللہ کو اس راز کا پتہ چلا تو حفصہ کو طلاق دیدی اور ان کے
باپ کے گھر بھیج دیا۔ اس کا باپ اس پر غضبناک ہوا اور سخت سزا
دی اور کہا کہ رسول اللہ کی پوشیدہ بات ظاہر کرنا جرم ہے تو
تجھے طلاق کیوں دیتے اور اس بارہ میں یہ خیال کہ اس میں عائشہ
بھی تو برابر کی شریک تھیں وہ اس سزا سے کیوں بچ گئیں
انھیں طلاق کیوں نہ ہوئی تو اسے خداوند عالم نے اپنی مشیت
کی بنا پر اپنے نبی سے مخصوص وقت کے لئے حضرت علی علیہ السلام

کے سپرد کر دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو بیان کیا
ہے کہ اے علی میرے بعد میری جس بیوی کو میری طرف سے طلاق
دے دو گے وہ میرے شرف زوجیت سے نکل جائے گی جیسا کہ اہلسنت
کی کتابوں میں بھی درج ہے اس کا انکشاف جنگ جمل میں ہوا۔
پھر ان دونوں کے لئے قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے
ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما اگر تم دونوں
اپنی غلطیوں سے توبہ بھی کر لو تب بھی تمہارے دلوں کا ٹیڑھا پن
نہ جائے گا یعنی اے حفصہ و عائشہ اگر تم دونوں رسول خدا کی طرف سے
سے توبہ بھی کر لو تب بھی ان کی مخالفت اور ان کو ستانے کی کیفیت
میں کوئی فرق نہ آئے گا، نہ کو ستانا چھوڑو گی۔ یہ ان کے بارے
میں خدائے علام الغیوب کا قول ہے کسی انسان کا نہیں جو دلوں
کی دھڑکنوں اور ارادوں کو جانتا ہے ان کی توبہ کو بھی ایک ڈھونگ
بتایا ہے ایسی دشمن قلب اور بے قدر بیویوں کے ساتھ نباہ کرنا
آپ کا کام تھا۔ آپ کی گھریلو زندگی میں خداوند عالم کی اس طرح
دخل اندازی آپ کی بے بسی اور ان کی سرکشی کی دلیل ہے جس میں
کسی تاویل کی گنجائش نہیں چنانچہ
صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ میں
... سے فکر میں تھا کہ حضرت عمر سے معلوم کروں کہ جن

عورتوں کو قرآن میں ٹیڑھے دل والی بتایا ہے وہ کون ہیں ؟
اتفاقاً میں اور حضرت عمر ایک مرتبہ حج کے لئے ہمسفر ہوئے ۔
ایک روز وہ وضو کر رہے تھے میں نے ان کے سامنے کھڑے ہو کر
پوچھا ۔ اس قول خدا میں کہ تم دونوں کے دل اپنے ٹیڑھے ہیں اگر
بعد توبہ بھی ٹیڑھے رہیں گے وہ کون عورتیں ہیں ؟

زہری کہتا ہے کہ حضرت عمر نے ان کے اس سوال کو بہت
ناپسند کیا اور کہا اے ابن عباس ، تم ایسی باتوں سے باز نہیں
آتے پھر انتہائی غصہ ور ہو کر کہا وہ دونوں حفصہ و عائشہ ہیں
اسی طرح مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے ۔

پھر خداوند عالم سخت غصہ ناک ہو کر غضب کے لب و لہجہ میں حضرت
حفصہ و عائشہ دونوں کو یوں خطاب کرتا ہے

اگر تم دونوں پیغمبر کی مخالفت میں ایک دوسرے کی پشت
پناہی کرو گی تو خدا جبرئیل اور صالح المومنین اور اس کے بعد
ملائکہ ان کے ناصر و مددگار ہیں ۔

خدا جبرئیل و ملائکہ تو جانے پہچانے ہیں مگر یہ صالح المومنین
کون ہے جو جبرئیل و ملائکہ جیسی مقدس دوسرا یا [illegible] ہے جن
کے بارے میں خدا فرماتا ہے کہ وہ دین کو سمجھتے ہیں جن کا دل کو حکم پا
جگہ ہے جنہ بحکم خدا دل سے دیکھائی ہیں مگر انہیں خدا دو دیکھا ہے

کون صالح المومنین ہے جسے بغیر اطلاع و طلب رضامندی خداوند عالم
نے اپنے جاں نثاروں اور مددگاروں میں شمار کیا بلکہ جبرئیل
کے دوش بدوش ملائکہ سے پہلے اس کا ذکر کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ صالح المومنین اطاعات الٰہی میں ملائکہ سے بہتر و
برتر ہے اس لئے اس کا ذکر ان سے پہلے ہے۔ آخر یہ کیسا اہم محاذ
جنگ ہے جس کے لئے خداوند عالم جیسا قادر و توانا مع جبرئیل و صالح
المومنین و ملائکہ مقربین مقابلے کے لئے تیار ہے گو یہ مقابلہ چند سرکش
ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے مگر اس کے پس پردہ ایسی کوئی
طاقت کارفرما ہے جس کے لئے اتنی سخت دھمکی دی جا رہی ہے۔ کسی
امکانی طاقت کو برسر عمل لانے کے لئے نظر انداز نہیں کیا گیا۔ ملائکہ
سے تو سب متعارف ہیں لیکن یہ صالح المومنین کون ایسی مقدس ہستی
ہے جو ایسے نازک وقت پر خدا کے شمار کردہ مددگاروں میں سے
تھا۔ اگر گروہ ملائکہ کی طرح یہاں گروہ مومنین کا ذکر ہونا چاہئے تھا مگر
صرف ذکر صالح المومنین پر اکتفا کی گئی ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ
گویہ تنہا صالح المومنین ہونے کی وجہ سے کافی و وافی ہے۔ اب
یہ دیکھنا ہو گیا کہ اسے مومنین میں تلاش کریں جسے خدا نے
اپنی مدد کے لئے منتخب کیا ہے۔ انسانوں سے نہیں وہ بھی امیر المومنین
ہونے کی حیثیت سے چنانچہ

تفسیر ثعلبی میں ابن عباس سے منقول ہے کہ صالح المومنین جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے وہ حضرت علی علیہ السلام ہیں اور

تفسیر شواہد التنزیل میں سدید صیرفی نقل کیا ہے کہ انھوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے بیان کیا ہے کہ صالح المومنین حضرت علی علیہ السلام ہیں جن کو رسول اللہ نے اپنے اصحاب کو پہنچوا دیا ہے

ایک مرتبہ من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ یعنی جس کا میں مولا ہوں یہ علی بھی اس کا مولا ہے جس طرح میں امور دین و دنیا میں لوگوں کا مالک ہوں میرے بعد اسی طرح علی بھی ہیں۔

دوسری مرتبہ اس وقت جب لوگوں نے معلوم کیا جب وقت خدا نے نازل فانّ اللہ مولاہ وصالح المومنین فرمایا اور ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈرایا

اس سے معلوم ہوا کہ امیرالمومنین حضرت علی کے لئے خدا کا عطا کردہ خطاب ہے۔

پھر اس طرح ارشاد باری تعالیٰ ازواج رسول اللہ کے لئے ہے۔

عسیٰ ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیر منکن الخ

خدا کے لئے یہ بہت آسان ہے کہ اگر نبی تم کو طلاق دیدیں

تو انھیں تم سے کہیں بہتر بیویاں دیدے جو مسلمان بھی ہونگی مومن بھی۔ ان کی دل سے معتقد اور خوش مزاج اور ہر فعل مذموم سے پرہیز کرنے والی خلوص دل سے توبہ کرنے والی اپنی غلطیوں پر نادم ہونے والی اور عبادت گزار خدا ہوں کی فرمانبردار خواہ وہ مطلقہ ہوں یا باکرہ۔

نکتہ۔ اس میں خطاب تمام ازواج رسول سے ہے لیکن مقصود الٰہی حضرت حفصہ اور عائشہ سے ہے اور سلسلۂ عتاب بھی ان ہی سے متعلق اور سب سے یہ خطاب حفظ ما تقدم کی بنا پر ہے یعنی ان میں سے کسی کو ایسی جرأت نہ ہو۔ اس کے علاوہ یہ خطاب نافرمانی و سرکشی سے مشروط ہے لہٰذا اس کا تعلق نافرمان و سرکش بیویوں سے ہے جو ایسی نہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

یہ کلام خدا جو اس قدر عتاب و غضب سے بھرا ہوا ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض ازواج کی ایسی خفیہ سازشوں اور منصوبہ بند باغیانہ سرگرمیوں کا مظہر ہے جس کی اہمیت خداوند عالم کے اس میں دخل انداز ہونے اور وہ بھی اس غضب و عتاب کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتہائی کمزوری و بے بسی کی واضح دلیل ہے۔ عقل حیران ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان بیویوں کے عتاب کے سلسلہ میں خدا کے قادر مطلق ہوتے ہوئے

بھی ان کو اپنی ظاہری و باطنی طاقت کی اس طرح دھمکی کیوں دی
حالانکہ اس نے پوری پوری بستیوں کو نیست و نابود کرنے اور سرکش و
نافرمان امتوں کو کہیں ڈبویا کہیں زمین میں دھنسایا کہیں تند ہواؤں
کے ذریعے ہلاک کیا کہیں برق و باراں سے تہ و بالا کیا مگر کسی کے بارے
میں اپنی اور ملائکہ اور جبرئیل و صالح المومنین کی مشترکہ طاقت کا
ذکر کبھی نہ کیا صرف تنہا اپنی منشا کے مطابق نزول عذاب و عتاب کیا
اور یہ طریقہ کار حضرت نوح و لوط کی بیویوں کے لیے بھی نہ اپنایا۔
حالانکہ وہ بھی اپنے شوہروں کی نافرمان تھیں اور خدا کی بھی باغی تھیں
اور اپنے شوہروں کے لئے ہر وقت کا سوہان روح تھیں اور دن و
رات کا مشغلہ آزار دہی ہوتی تھیں۔ کھلم کھلا کافر اور دشمن ایمان تھیں
اس کے باوجود ان کے متعلق یہ دکھا کر وہ اکیلی تھیں کہ جو تیر بیان
کے دل ٹیڑھے رہیں گے نہ ان کو اپنی اس طاقت سے دھمکایا جیسے
ازواج پیغمبر کو ڈرایا ہے حالانکہ بظاہر ان سے بدتر اور کہیں نافرمان
تھیں۔

قابل غور امر یہ ہے کہ بظاہر اس معمولی سی ناراضگی کے پیچھے
آخر ایسے کون سے خطرناک عوامل کارفرما تھے جن کے سبب یہ بے سود
اور طلاق کی دھمکی دوسری اعلیٰ صفات بیویوں کی فراہمی اور اپنی ہمہ
امکانی طاقت کا ڈراوا غالباً ان کے اس زعم باطل کو باطل کرتا ہے

اس کفر و شرک کے عالمگیر ماحول میں نبی صلی اللہ علیہ و آلہ
جیسی مسلمان بیویاں مل ہی نہیں سکتیں اور مل بھی گئیں تو ان
بی نہ ہوں گی۔ اس لئے خدا نے اپنے رسول کو بیویوں کے با
کے ذاتی محاسن و صفات حمیدہ کا ذکر کرنا ضروری سمجھا
کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے بھی ورنہ ان کی فراہمی کا
کافی تھا بیان صفات کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

سورۂ تحریم کی یہ تہدیدات سرزنش متعلق بہ ازواج نبی صلی اللہ
وسلم عجیب پیچیدہ مسئلہ ہے اس لئے کہ دیگر اخبار یا س
برخلاف خداوند عالم نے اپنے کسی نبی کی ازدواجی زندگی
نہیں دیا نہ ان کی بیویوں کو باوجود مخالف ہونے کے
ت کی دھمکی دی یہاں بالکل برعکس حقیقت ہے اس کی
ب خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ بظاہر الفاظ آیات سے تو یہی
ہے اس میں حسن کثرت کا سوال ہی پیدا نہیں
ت سورۂ تحریم قرآن میں یہ حالات موجود ہیں۔

اہل بیتؑ

بحیثیت معجزہ

فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل

تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم و

انفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی

الکاذبین

اے نبی تمہارے پاس علم آنے کے بعد حضرت عیسیٰ کے بارے میں

اگر کوئی بحث کرے تو اس سے کہو کہ تم اپنے بیٹے لاؤ اور ہم اپنے بیٹے

لائیں تم اپنی عورتیں لاؤ ہم اپنی عورتیں لائیں تم اپنے نفس لاؤ ہم اپنے

نفس لائیں پھر خدا سے دعا کریں کہ جھوٹوں پر لعنت ہو۔ اس

مباہلہ کے بارے میں

صحیح مسلم و ترمذی لکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے حسن و حسین و

فاطمہ و علی کو بلایا اور فرمایا کہ خداوند عالم یہ میرے اہلبیت ہیں۔

حاکم صاحب مستدرک لکھتے ہیں کہ جابر ابن عبداللہ انصاری

بیان کرتے ہیں کہ انفسنا سے مراد حضرت علی اور ابناءنا سے مراد

حسن و حسین اور نساءنا سے مراد حضرت فاطمہ علیہم السلام ہیں۔

ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ نصارائے نجران کا ایک گروہ

رسول اللہ کی خدمت میں آیا اور کہا آپ ہمارے صاحب کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ کون ہے۔ انھوں نے کہا حضرت عیسیٰ۔ ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ خدا کے بندے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ گمان درست ہے تو انھوں نے کہا کہ آپ حضرت عیسیٰ اور کوئی دعا۔ یا آپ ویسے ہی کہہ رہے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ اٹھ کر چلے گئے تو حضرت جبرئیل آپ کے پاس آئے اور کہا کہ وہ لوگ آئیں آئیں تو ان سے کہنا کہ خدا کے نزدیک حضرت

دوسری روایت میں اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک گروہ نصارائے نجران کا آپ کی خدمت میں آیا ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں۔ اس لئے کہ ان کا کوئی باپ نہیں۔ دوسرے شخص نے کہا بلکہ وہ خود خدا ہیں کیونکہ وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور غیب کی باتیں بتلاتے اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرتے اور مٹی سے پرندہ بناتے اور اسے اڑاتے تھے۔ آپ پھر بھی ان کو خدا کا بندہ بتاتے ہیں۔

یہ سنکر رسولخدا نے کہا وہ خدا کے بندہ اور اس کا پاک کلام تھے جو حضرت مریم کی طرف القا ہوا تھا۔ یہ سنکر وہ غصہ ہوئے اور کہا اسے ہم کبھی تسلیم نہ کرینگے جب تک آپ یہ نہ کہینگے کہ وہ خدا تھے

دیکھا آپ سچے ہیں تو ہم کو اب کوئی اور بندۂ خدا بتائیے جو مردے زندہ کرے اور اندھے اور کوڑھیوں کو اچھا کرے مٹی سے پرندے بنائے اور اسے اڑائے۔

رسول خدا یہ سنکر خاموش ہو گئے تو وحی نازل ہوئی کہ فرمائیے آپ سے فرماتا ہے کہ وہ لوگ کافر ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم خدا ہیں حالانکہ خدا فرماتا ہے کہ عیسیٰ کی مثال آدم جیسی ہے جن کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اگر تم سے وہ لوگ اس میں جھگڑا کریں جبکہ تم پر علم آ چکا ہے تو ان سے کہو کہ ہم اپنے بیٹے اور عورتوں اور نفسوں کو بلائیں اور تم بھی اپنے بیٹے اور عورتوں اور نفسوں کو بلاؤ اور پھر دعا کریں کہ خدا جھوٹوں پر لعنت کرے اور فرمایا اگر تم اسلام قبول نہ کروگے تو خدا مجھے حکم دیتا ہے کہ تم سے مباہلہ کروں تو انھوں نے کہا ہم کل آئینگے چنانچہ وہ دوسرے روز آگئے۔

مگر ان کے ساتھ بیٹے تھے۔ [illegible] رسول خدا جناب حسن و حسین اور حضرت فاطمہ و حضرت علی کو لے کر مقام مباہلہ میں پہنچے جہاں وہ لوگ موجود تھے ان کو دیکھ کر ان کے سب سے بڑے عالم نے کہا میں دیکھ رہا ہوں اگر یہ لوگ خدا سے دعا کریں کہ یہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو وہ فوراً ہٹ جائے گا لہٰذا تم لوگ ان سے مباہلہ مت کرو ورنہ زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہیگا۔

تب انھوں نے کہا ہم مباہلہ نہیں کرتے۔

مباہلہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کے وقوع میں کسی کو اختلاف نہیں نہ شرکاء مباہلہ میں اختلاف ہے۔ پس سب تسلیم کرتے ہیں کہ اس میں رسول اللہ اور حسنین و حضرت فاطمہ اور حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور نہ تھا۔ اس بزم مباہلہ کی سجاوٹ کی جو ترتیب خدا نے قائم کی تھی رسول خدا نے بعینہ وہی ترتیب قائم رکھی یعنی پہلے بیٹے پھر عورتیں پھر نفس۔ اس طرح کہ امام حسین آپ کی آغوش مبارک میں اور امام حسن آپ کی انگلی پکڑے اور حضرت فاطمہ آپ کے پیچھے اور ان کے پیچھے حضرت علی علیہم السلام تھے جیسا کہ حضرت سلمان فارسی نے بیان کیا ہے جو منتظم مباہلہ تھے مگر اس میں ایک بات قابل غور ہے کہ شرکاء مباہلہ کی تعداد آیت مباہلہ کے مطابق نہیں ہے اس لئے کہ اس میں ابنا ئنا و ابنآئنا و انفسنا کے الفاظ آئے ہیں جو ایک اور دو سے زیادہ کے لئے کہے جاتے ہیں مگر پیغمبر اسلام نے مطابق حکم خدا ترتیب تو وہی رکھی لیکن تعداد اپنی مرضی کے مطابق رکھی اور اشخاص بھی اپنی مرضی کے لئے یعنی بیٹوں کی جگہ نواسے اور اپنی عورتوں کی جگہ بیٹی اور نفسوں کی جگہ صرف حضرت علی علیہ السلام کو لیا حالانکہ حضرت حسن و حضرت حسین حضرت علی علیہ السلام کے بیٹے تھے اور حضرت فاطمہ ان کی بیوی اور ان کی عورت تھیں۔

حالانکہ قرآن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کو ان کی عورت
کہا ہے جیسا کہ یانساء النبی آیا ہے مگر یہاں آپ نے حضرت علی
علیہ السلام کی بیوی کو اپنی عورتوں کی جگہ منتخب کیا ہے جس کے معنی یہ
نکلتے ہیں کہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی عورتیں نہ تھیں جو اس
قدس عصمت کی مالک نہ تھیں جن کی مباہلہ کو ضرورت تھی یعنی نبی
صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرح پیدائشی طیب وطاہر تھیں۔ تو آپ کی
ان عورتوں کا انتخاب منشاء خدا تھا۔

یہاں یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ یہ سب خیر کا، مباہلہ ان حضرت
ابوطالبؑ کا کنبہ ہے جن کے ایمان کو مسلمان تسلیم کرنے کو تیار نہیں
حضرت امام حسنؑ و حضرت امام حسینؑ ان کے پوتے اور حضرت علی
علیہ السلام ان کے بیٹے اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ان کی بہو جن کو
خداوند عالم نے اپنے رسول سے مباہلہ میں بحیثیت معجزہ پیش کرایا ہے
مگر علماء نصاریٰ بھی بیٹے لائے و عورتیں و نفس۔ آخر اب کیوں ہے
کیا ان کے پاس بیٹے عورتیں نفس نہ تھے۔ اگر وہ تھے تو ان کو ایسی شکست
کیوں دی گئی۔ کیا یہ علم خدا میں نہ تھا کہ وہ راہب ہیں اپنے عیسوی
مذہب کے مطابق اپنی زندگی خدمات کلیسا کے لئے وقف کر چکے ہیں
ان کے لئے بیوی بچوں کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اسی طرح پیغمبر
اسلام کو بھی ان کے مثل مباہلہ میں جانا چاہئے تھا کسی کو ساتھ

لیجانے کی ضرورت نہ تھی جیسا کہ انبیاء کا طریقہ رہا جب ان کی تکذیب
ہوئی اور صداقت کے لئے معجزہ طلبی کی نوبت آئی تو وہ تھمائے گئے۔ نہ
کوئی ضرورت سامنے آئی نہ کچھ نہ کوئی التمس نہ ان کو ایسی ہدایت کی گئی
صرف معجزہ کو ان کی صداقت کی ناقابل تردید دلیل قرار دیا گیا لیکن
پیغمبر اسلام کے لئے اس کے برعکس ہے یعنی جو فرقوں درجوں نفس وہ بھی
دوسروں کو بحیثیت معجزہ پیش کئے گئے اور ان کو آپ کی صداقت کی
دلیل محکم قرار دیا جس کے رد دلیل لانے کا موقع ہی نہ آیا۔ اس طریقہ
معجز نمائی کا شرف کسی اور نبی کو میسر نہ ہوا نہ حضرت نوح کے سفینہ
کو نہ حضرت صالح کے ناقہ کو نہ حضرت ابراہیم کی آتش نمرود کو گلزار
بننے کو نہ حضرت موسیٰ کے عصا و ید بیضا کو نہ حضرت عیسیٰ کے مٹی سے
پرند بنا کر اڑانے اور مردہ زندہ کرنے وغیرہ کو۔ یہ سب مقام عمل
میں آنے کے بعد معجزہ کہلائے اور تصدیق نبوت کی دلیل بنے مگر
تصدیق پیغمبر اسلام کے لئے انوکھا طریقہ اپنایا گیا۔ ان کے اہلبیت کو
بطور معجزہ پیش کر کے مخالف کو تصدیق نبوت پر مجبور کر دیا گیا کسی عملی
مظاہرے کی نوبت ہی نہ آئی اور دین کا میابی ملی جو معجز نمائی سے کہیں
اس سے افضل و اعلیٰ کیونکہ ایسا موقع نہ آیا۔

اب اگر ہم انبیاء ماسلف کے معجزات کے مد مقابل لائیں تو
یہ ان مقدس ہستیوں کی توہین کے مترادف ہے۔ اس لئے کہ پیغمبر اسلام کے

وہ معجزات جنھوں نے ان کی صداقت کو ثابت کر کے ان کو سرفراز کیا
بنایا وہ ان کی زندگی تک معجزہ تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کا
وجود ہی نہ رہا کیونکہ ان کا عہد نبوت ایک وقت معین تک محدود تھا
چونکہ پیغمبر اسلام کی شریعت تا قیام قیامت ہے لہذا اس کا معجزہ
بھی اب بھی دائمی ہے جو تا بقائے کائنات ان کی صداقت نبوت
کی دلیل بنا رہے

اسی لیے تشہد درود میں آل محمد کی شمولیت واجب قرار
دی گئی جب تک دین اسلام باقی ہے اور نمازیں پڑھی جاتی رہیں گی
اور پیغمبر اسلام پر درود پڑھا جاتا رہے گا آل محمد پر بھی جو شریک درود
ہیں درود پڑھی جاتی رہے گی اور بغیر ذکر آل ہر نماز باطل و محروم
اجر و صلہ رہے گی۔

اس لیے کہ انبیاء سابقین کے معجزات ان کے ساتھ گئے گئے
ہو گئے صرف ذکر و بیان کے اعتبار سے رہ گئے نہ وہ خود ہیں نہ ان
کے معجزات نہ ان کی خبریں ہیں مگر شریعت اسلام دائمی ہے اس کا
معجزہ بھی دائمی ہونا چاہیے اور وہ اہلبیت کی صورت میں تا بقائے
نسل انسانی باقی رہنا ضروری ہے۔ اسی لئے خداوند عالم نے جناب
نبی صلی اللہ علیہ و آلہ کے معجزے کے طور پر ان کو مباہلہ میں منتخب کیا۔
جس کی تائید آپ کے منبر، اور مسلمہ فریقین قول [illegible]

فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھ ؎ سے ہوتی ہے۔ تم لوگوں میں دو بیش بہا چیزیں کتاب اللہ اور عترت کی صورت میں چھوڑے جاتا ہوں جو میری صداقت اور تمہاری ہدایت کے لئے تا قیام قیامت کافی و وافی ہیں۔

یہ انتخاب شرکاء مباہلہ بایمائے باری تعالیٰ ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو اس انتخاب پر اسی طرح پیغمبر پر اعتراض ہوتا جیسا کہ سورۂ تحریم میں جب آپ نے اپنے لئے شہد یا ماریہ قبطیہ اپنی زوجہ کو حرام قرار دیا تھا۔ معلوم ہوا کہ شرکاء مباہلہ خدا کے منتخب کردہ اشخاص تھے اور خداوند عالم نے اپنے نبی کو ان کے نام نزول آیت سے پہلے ہی بتا دیئے تھے۔ گو اس وقت سابق الاسلام مرد و عورت دیکھے تھے اور پیغمبر اسلام امت کے باپ ہونے کی حیثیت سے اور خود صاحب ازواج ہونے کے باوجود سب کو نظر انداز کر کے صرف ابناء حسن و حسین فاطمہ و علی علیہم السلام کو منتخب کرنا یہ بتاتا ہے کہ ان میں کوئی ان صفات کا مالک نہ تھا۔ یہ مباہلہ جس کا طالب تھا اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ علماء نصاریٰ نے حکم خدا کے باوجود نہ بیویاں ساتھ لائے نہ بچے نہ عورتیں نہ مقام نفس میں کسی کو، کیونکہ وہ ان سے بے نیاز و تہی دست تھے اور نفس چونکہ عین ذات کا نام ہے اس لئے ان کو اس کی ضرورت بھی نہ تھی خود آنا ہی کافی سمجھا لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ مباہلہ

میں جس پیغمبر سے مقابلہ ہے وہ بے نفس ہے اس کا نفس رہا ہے،
ذات الگ ہے۔ یہ انوکھی بات انھیں مباہلہ میں معلوم ہوئی۔ یہ گو ممکن
تک نظر تھی مگر اس طرف انھوں نے کوئی دھیان نہیں دیا۔ معلوم
ہوتا ہے کہ ذات حضرت علی علیہ السلام جلال و جمال و تشخص میں نبی
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جیسی تھی۔ وہ لوگ دونوں میں یکساں صفات
محاسن دیکھ رہے تھے۔ اس باہمی مماثلت نے ان کو اس طرف
دھیان دینے کے احساس ہی کو مٹا دیا جس کی تصدیق پیغمبر کے اس
قول سے بھی ہوتی ہے لکل نبی نظیر فی امتہ و علیٌ نظیری
فی امتی .... فرماتے ہیں ہر نبی کی اس کی امت میں
نظیر ہوتی ہے میری امت میں علیؑ میری نظیر ہیں۔

واقعہ مباہلہ کا یہ پہلو بھی بڑا دلچسپ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم کو میدان مباہلہ میں اپنے اہلبیت کو ساتھ لئے دیکھ کر حبر اعظم
یعنی صدر علمائے نصاریٰ اپنے ساتھی علماء سے کہتا کہ ان سے
مباہلہ مت کرو ورنہ نصاریٰ میں سے کوئی زندہ نہ رہے گا اس
لئے کہ یہ ایسے لوگ ہیں اگر خدا سے دعا کریں کہ یہ پہاڑ اپنی جگہ سے
ہٹ جائے تو ہٹ جائے گا بغیر کسی اعجاز نمائی یا کوئی کرامت
دیکھے ان کا ان لفظوں کے ساتھ مباہلہ سے دست بردار ہونا
پیغمبر کی جلالت، رسالت کا تاثر تھا یا اہلبیت کے تقدس کا کرشمہ کہ

علامہ دیلمی لکھتے ہیں کہ ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ رسول
نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص مقام رکن و مقام میں کھڑے ہو کر
نمازیں پڑھے اور وہاں روزے رکھے اور پھر وہ مرجائے اور آل
محمدؐ سے بغض رکھتا ہو وہ دوزخ میں جائے گا۔

عبد اللہ کلبی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے بیان فرمایا
ہے جو محبت اہلبیت لے کر مرا وہ شہید مرا اور جو شخص آل محمد کی
محبت پر مرا وہ مغفور مرا اور جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرا وہ جنت
میں گیا اور جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرا روز قیامت اس کی
پیشانی پر خدا کی رحمت کی نشانی لگی ہوئی ہوگی اور جو شخص آل
محمدؐ کا بغض لے کر مرا وہ کافر مرا اور جو شخص آل محمدؐ کا بغض لے کر
مرا وہ جنت کی بو بھی نہ سونگھے گا۔

ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ
اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہم
اہلبیت سے جو بغض رکھے گا خداوند عالم اس کو اوندھے منہ دوزخ
میں ڈال دیگا۔

امام احمد بیان کرتے ہیں کہ انس ابن مالک نے بیان کیا
ہے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ میرے اہلبیت سے پیار کرو جس نے
بھی ان میں سے کسی سے بغض رکھا اس کیلئے میری شفاعت

مراد ہے؟

صحیح مسلم و نسائی نے بیان کیا ہے کہ اہلبیت نبی صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم صرف حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں
اگر کوئی اور ہوتا تو سورہ توبہ حضرت ابو بکر کو دے کر بھیجنے کے بعد
حضرت علی کو بھیج کر ان سے اسے واپس نہ لیا جاتا اور یہ نہ کہا جاتا
کہ اسے میں یا میرے گھر کا ایسا آدمی جو میرا ہو اور میں اس کا ہوں
رسول اللہ نہ فرماتے۔

صاحب مسلم بیان کرتے ہیں کہ منصور دوانقی نے امام محمد باقر
علیہ السلام سے کہا کہ ہم اور تم رسول اللہ سے قرابت میں برابر ہیں پھر
تم کو ہم پر کیسے فضیلت ہو سکتی ہے۔ آپ نے کہا سنو اگر رسول خدا تمہاری
کسی عورت سے نکاح کی خواہش کریں تو یہ ان کے لئے جائز تھا۔
لیکن ہماری عورتوں سے نکاح کی خواستگاری نہیں کر سکتے یہ ان
کے لئے جائز ہی نہ تھا پس تم پر ہماری یہی فضیلت ہے

شیخ ابو القاسم بیان کرتے ہیں کہ مامون رشید نے ایک علوی
سے کہا کہ قرابت رسول اللہ میں تم کو ہم پر کیسے فضیلت ہو سکتی ہے اس
میں تم اور ہم دونوں برابر ہیں۔ علوی نے جواب دیا کہ تمہاری عورتوں
کو رسول اللہ سے پردہ کرنا واجب ہے لیکن ہماری عورتوں کو ان
سے پردہ کی ضرورت نہیں۔

حافظ ابن عبدالعزیز لکھتے ہیں کہ معاویہ کا غلام ذکوان بیان کرتا ہے کہ ایک معاویہ نے کہا میں نہیں جانتا کہ حسن و حسین کو کس نے رسول اللہ کے بیٹے قرار دیا ہے۔ حالانکہ وہ علی کے بیٹے ہیں۔

ذکوان بیان کرتا ہے کہ ایک روز معاویہ نے مجھ سے کہا کہ دفتر میں اس کی اولاد کے نام لکھوں۔ چنانچہ میں نے اس کے بیٹوں اور پوتوں کے نام لکھے اور اس کے نواسوں کے نام چھوڑ دیئے اور وہ کاغذ معاویہ کو دکھانے لایا تو اس نے اسے پڑھنے کے بعد کہا تو نے میرے بیٹوں کے نام چھوڑ دیئے یہ کیا کیا۔ میں نے پوچھا وہ کون ہیں تو اس نے کہا میری فلاں بیٹی کے بیٹے کیا وہ میرے بیٹے نہیں ہیں یہ سن کے کہا سبحان اللہ تیری بیٹی کے بیٹے تو تیرے بیٹے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ مگر حضرت فاطمہؑ کے بیٹے رسولؐ کے بیٹے نہیں ہیں یہ سنکر معاویہ نے کہا چپ جا اسے کوئی اور نہ سن لے۔

صواعق محرقہ میں اس کے مصنف لکھتے ہیں کہ ہارون رشید نے ایک روز امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہا کہ آپ خود کو کیسے اولاد رسول اللہ کہلواتے ہیں حالانکہ آپ ان کی اولاد نہیں ہیں۔ تو حضرت نے اس مضمون کی قرآن شریف کی آیت پڑھی کہ اولاد حضرت ابراہیم سے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ تھے۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ اپنی ماں کی وجہ

سے اولاد حضرت ابراہیم ہے نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تو کوئی

باپ ہی نہ تھا ہم اگر اولاد رسول اللہ ہیں ہیں تو تعجب کی کیا بات ہے

حالانکہ خداوند عالم نے اپنے رسول کو اولاد نرینہ سے بھی نوازا اور دو

بیٹے قاسم و عبداللہ بطن حضرت خدیجہ سے اور تیسرا ابراہیم بطن

ماریہ قبطیہ سے عطا کئے گئے یہ تینوں بچپن ہی میں انتقال کر گئے ان

کے لئے مصلحت خدا ایسے ہی تھی۔ غالباً لوگوں کو یہ دکھانا بھی مقصود

ہو کر وہ ان کو مقطوع النسل نہ کہہ سکیں خدا کا کسی کو باقی رکھنا نہ رکھنا

اس کی مصلحت پر موقوف ہے۔ اگر خدا چاہتا تو حضرت فاطمہ سلام

اللہ علیہا کے بجائے کسی ایک بیٹے کو زندہ و سلامت رکھ کر امین

نسل پیغمبر قرار دیتا جیسا کہ اس نے عام انسانوں میں سلسلہ بقائے

نسل قائم کیا ہے مگر یہاں اس کے برخلاف بیٹی کو ضامن نسل نبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار دیا ہے۔ اس وجہ سے کہ ان کی ماں یں

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا جیسی پیدا کی طیب وطاہر اور پاک و

پاکیزہ نفس جو رسول اللہ جیسے مرکز طہارت کی امین نسل بنائی جائیں

اسی لئے آپ کی بیٹی کو ضامن نسل طیبہ بنایا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ

ہر شخص کی نسل اس کی پشت میں ہے مگر میری نسل پشت علی ابن ابی

طالب میں خدا نے قرار دی ہے۔ اسی وجہ سے امام حسنؑ و امام حسینؑ

ابن رسول کہلاتے ہیں۔

یہ ہیں وہ اہلبیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کو خدا نے میدان مباہلہ میں بلا کر ناموس رسالت کو بچایا۔ وہ ہیں یہ اہلبیت رسول اللہ جن کی مدحت ومنقبت میں آیہ تطہیر نازل ہوئی۔

یہ ہیں اہلبیت رسول اللہ جن کی محبت کو اجر رسالت قرار دیا۔

اور وہ ہیں ازواج رسول اللہ جن کی منقصت وتادیب میں سورۂ تحریم نازل ہوا

اور وہ ہیں ازواج رسول اللہ جن کو گھروں میں بٹھا کر ننگ شعار اسلامی کو بچایا جن کو خدا نے گھروں میں بیٹھنے کا حکم دے کر پابند بنایا اور ان کو طلاق کی دھمکی دے کر ان کے حوصلے پست کئے۔

آیۃ مودت

اور

اہل بیت

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنیٰ

اے رسول ان سے کہدو کہ میں مودۃ اہلبیت کے علاوہ کوئی

اور اجر رسالت نہیں چاہتا اور یہ بھی کہہ دو کہ جو کوئی نیکی کرے گا ہم اس کے صلہ کو اضافہ کر کے دینگے۔

قبل اس کے کہ ہم اس آیت قرآنی کے اہم پہلوؤں پر نظر ڈالی جائے عظمت منصب رسالت و نبوت کو سمجھنا ضروری ہے تاکہ اس اجر رسالت کی اہمیت معلوم ہو جائے اور یہ دونوں منصب وہ معراج فضیلت ہیں جن کے لئے ایسے اشخاص منتخب کئے جاتے ہیں جو ہر خطا و نسیان سے مبرا و منزہ ہوں اور اسی وصف خصوصی کا نام عصمت ہے۔ اگر کسی نبی یا رسول میں یہ وصف نہ ہو تو لوگ خدا کے ہر پیغام کو ان کی اس کمزوری پر محمول کر کے رد کر سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں اس منصب جلیل کی کوئی قدر و قیمت نہ رہے گی۔ نہ مقاصد پیغمبری حاصل ہو گا۔ اس لئے کہ خطا کار رہبر خطا کاروں کا رہبر نہیں ہو سکتا۔ اسی مقصد کے پیش نظر نبی و رسول کو یہ امتیازی شان عطا کی ہے بخلاف عام انسانوں کے جس کے لئے بمصلحت خدا خطا و نسیان شامل فطرت ہے مگر نبی و رسول کو اس بشری کمزوری سے محفوظ و معصوم رکھا گیا ہے یہاں تک کہ ان کے لئے ترک اولیٰ بھی یعنی اس فعل کا ترک کرنا جو ان کے شایان شان نہ ہو قابل گرفت ہے۔ حالانکہ عام لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں لیکن نبی و رسول میں بھی فرق ہے اگرچہ دونوں خدا کے منتخب بندے ہیں

ہیں مگر رسول نبی سے افضل ہوتا ہے۔ ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ اس طرح کہ نبی کو احکام خدا یا تو بذریعہ آواز غیب پہونچتے ہیں یا بذریعہ خواب۔ روح القدس اس کے سامنے نہیں آتا لیکن رسول خدا کا وہ پیغامبر ہوتا ہے کہ جبرئیل امین وحی لے کر اس پسندیدہ اور محبوب شخص کی صورت میں آتے جاتے ہیں اور اس سے بالمشافہ گفتگو کرتے ہیں اور اپنی اصل صورت میں کبھی کبھی آجاتے ہیں۔

چنانچہ بقول مورخین جبرئیل امین دو مرتبہ رسول اللہ کے پاس اپنی اصل صورت میں آئے ہیں۔ ایک مرتبہ غار حرا میں، دوسری مرتبہ شب معراج۔

بہر حال نبوت و رسالت ایسے جلیل منصب ہیں جن کے لیے معمولی سی معمولی کوئی ایسی بات جس میں ان کی تنقیص کا کوئی پہلو بھی نکلتا ہو ان کے لیے روا نہیں منصب رسالت کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ منصب نبوت جو اس سے وابستہ ہے اس کی بھی کسر شان کوئی غیر محسوس گوشہ بھی برداشت نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ جس کا شاہد ہے جب ان کے بھائیوں نے ان کو سوتاپن کے جلن و حسد میں غلام بنا کر ایک قافلہ کے ہاتھ چند سکوں میں فروخت کرنا پھر قافلہ والوں کا ان کو بازار مصر میں فروخت کرنا

پھر زلیخا ملکہ مصر کا ان پر تہمت لگا کر اپنے شوہر بادشاہ مصر سے قید کرا کر جیل میں ڈلوانا پھر رہا ہو کر مصر کے تخت و تاج شاہی کا مالک بننا جس کا ان کو یا کسی اور کو گمان بھی نہ تھا۔ کہاں وہ غلامی کہاں یہ بادشاہت یہ زوال و عروج، ذلت و عزت یہ انقلابی زندگی کسی گناہ و خطا کے کرشمے نہ تھے بلکہ ایک لغافی تصور و وسوسہ کی خدا کی طرف سے تنبیہ تھی جسے اس نے شایان شان نبوت نہ سمجھا۔ ایک مورخ اس طرح بیان کرتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام ایک روز اپنے زمانہ طفولیت میں آئینہ دیکھ رہے تھے۔ اپنے عدیم المثال حسن و جمال کو دیکھ کر دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ مجھ جیسے لڑکے کو اگر بازار میں لے جا کر فروخت کیا جائے تو اتنی قیمت ملے جس کا گمان بھی نہ ہو۔

آپ کے دل میں یہ خیال اس وجہ سے آیا کہ اس وقت بردہ فروشی کا رواج تھا۔ اس کے لئے بازار لگتے تھے جہاں چھوٹے بڑے ہر قسم کے و عمر کے غلام فروخت ہوتے تھے اور وہ اپنے حسن و جمال اور عمر کے لحاظ سے قیمت پاتے تھے مگر حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ معلوم نہ تھا کہ فہرست انبیاء میں ان کا نام آ چکا ہے اور وہ منصب نبوت کے ساتھ مالک حکومت بھی ہوں گے۔ چنانچہ وہ غلامی کی ٹھوکریں کھا کر سے گزر کر مالک حکومت مصر بنے۔ تمام اہل مصر گو ان کے محکوم بنتے گو

ان کے دورِ غلامی کے تصور سے ان کے ذہن خالی نہ تھے مگر خداوند عالم کو اپنے نبی کے لئے اس تصور کی گرد بھی دامن نبوت پر نہ جائی اور جب تک مصر کے بچے بچے کو آپ کا غلام نہ بنا دیا چین نہ آیا۔

چنانچہ جب آپ تختِ حکومتِ مصر پر جلوہ افروز ہوئے تو حکم خدا ہوا کہ ملک مصر کے تمام باشندوں کے لئے سات سال کی ضرورت کا غلہ خزانہ شاہی میں جمع کرلو ہم ملک مصر کو سات سال کے لئے قحط سالی میں مبتلا کرینگے۔

آپ نے حسب حکم خدا ایسا ہی کیا۔ چنانچہ وہ دور قحط سالی شروع ہوا۔ جب لوگوں کے پاس ذاتی غلہ باقی نہ رہا اور بازار میں بھی باقی نہ رہا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے حکومت کے ذخیرہ کا غلہ فروخت کرنا شروع کیا۔ پہلے سال روپے پیسے سے فروخت کیا۔ دوسرے سال زیورات کے عوض تیسرے سال چوپاؤں کے عوض۔ چوتھے سال غلاموں اور کنیزوں کے عوض۔ پانچویں گھروں درختوں اور خانگی سامان کے عوض چھٹے سال کھیتوں نہروں کنوؤں کے عوض۔ ساتویں سال گھر کی ایک ایک فرد کو خرید کر غلہ دیا۔ غرض یہ ہے کہ ملک مصر میں کوئی مرد و عورت بچہ بڑا ایسا نہ رہا جو آپ کا غلام یا لونڈی نہ بنا ہو۔ اس طرح آپ کے داغ غلامی کو مٹایا اور تمام ملک کو آپ کا غلام بنا کر چھوڑا۔

یعنی عظمت نبوت جو ہر داخلی و خارجی کمزوری سے بالا ہے
منصب رسالت تو اس سے کہیں عظیم تر ہے اور ارفع و اعلیٰ
منصب ہے۔ منصب نبوت کا اجر جب انسانوں کے بس کی بات
نہیں تو اجر رسالت تو کوئی کیا دے سکتا ہے۔ جب کسی نبی کو اس
کے حسن خدمات کا اجر دینا چاہا تو انھوں نے یہ کہہ کر اسے رد کر دیا
ما اجری الا علی اللہ یعنی میرا اجر و صلہ خداوند عالم کی ذمہ
داری ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ذکر ہے۔ رسول خدا جو انبیاء کے
سردار تھے ان کا اجر رسالت بھی مرتبے کے اعتبار سے تمام انبیاء کے
اجر رسالت سے افضل و اعلیٰ تھا۔ آپ کو بھی امت کی طرف سے
اجر رسالت کی پیشکش ہوئی تو آپ نے بھی حسب دستور انبیائے
ماسبق ما اجری الا علی اللہ کہہ کر اسے رد کر دیا مگر خلاف انبیاء
جنھوں نے اپنی اپنی امت کے اجر کو قبول نہ کیا خداوند عالم نے اس
کو اس دور کے نبی اور امت کا معاملہ قرار دیا اور اس میں کوئی دخل
نہ دیا لیکن پیغمبر اسلام کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ جب ان کی
امت کی طرف سے اجر رسالت کی بات آئی اور آپ نے بھی دیگر
انبیاء کی طرح اسے خدا پر چھوڑ دیا اور قبول نہ کیا تو خداوند عالم نے
اس امر میں مداخلت کی اور حاکمانہ انداز میں اپنے نبی کو حکم دیا کہ
اپنی امت سے کہہ دو کہ میرا اجر رسالت مودت اہل بیت ہے

جو ہر مسلمان پر واجب ہے اور اسے بشکل آیت قرآنی واجب کیا اور اجر رسالت قرار دیا۔

قبل اس کے کہ ہم اس آیت کے مختلف پہلوؤں پر نظر ڈالیں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ خداوند عالم نے بخلاف دیگر انبیاء پیغمبر اسلام کا اجر رسالت اہلبیت کی مودت کیوں قرار دیا اور اس کے لئے بجائے اطاعت لفظ مودت کیوں استعمال کیا۔ اس کے بارے میں علامہ سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مودت اس محبت کو کہتے ہیں جس میں اطاعت لازم ہے۔ اس لفظ خاص نے اجر رسالت کی اہمیت کو لامحدود کر دیا جس کی عظمت انسانی اندازے سے باہر ہے۔

جب یہ آیت مودت نازل ہوئی تو لوگوں نے رسول اللہ سے دریافت کیا یہ ذوی القربیٰ کون ہیں جن کی مودت اجر رسالت قرار دی گئی ہے۔ فرمایا یہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ یہی صاحب تفسیر کشاف و بیضاوی اور تفسیر کبیر و مسند احمد بن حنبل اور صاحب صواعق محرقہ وغیرہ نے لکھا ہے جو علماء اہلسنت کے مشہور و مستند افراد ہیں۔ اگرچہ بعض علماء اہلسنت نے اس سورہ کو مکی قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس وقت حسنؑ و حسینؑ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے تو اہل تفسیر نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے کہ اس کو بفرض محال مکی بھی مان لیا جائے تو اس کی چار

یات مدینہ میں نازل ہوئی ہیں اور یہ قرآن کے دوسرے سوروں
اس بھی ہوا ہے ۔ حالانکہ اہلسنت کے یہاں ابن عباس اور قتادہ
سے اس کی روایات موجود ہیں کہ یہ سورہ مدینہ ہی میں نازل ہوا
ہے ۔ اگر مدنی ہوتا قرآن کے یہاں یہ روایات نہ ہوتیں ۔ ان کا یہ
عتراض اس وقت حسنؑ و حسینؑ پیدا بھی نہ ہوئے تھے اس وجہ سے
بھی قابل توجہ نہیں کہ قرآن کا یہ انداز ہے کہ وہ آئندہ ہونے والی
ت کو موجود سمجھ کر اس کا ذکر کرتا ہے ۔ چنانچہ قیامت نہیں ہے
گر اس کا ذکر اور اس کی ہولناکیوں کا ذکر موجود ہے ۔ اس کے
علاوہ نیکو کاروں کی تعریف اور بدکاروں کی مذمت اور ہر عمل
نیک و بد کا ثواب و عذاب جو قیامت تک ہوتا رہے گا خواہ وہ اب
ر یا جب میں ہو ذکر موجود ہے ورنہ قرآن کی ہمہ گیری و دائمی تعلیمات
مقصود ہی نہ ہوگی بلکہ ان کا تا بہ قیامت باقی رکھنا فعل عبث
ہوگا جسے کوئی مسلمان تسلیم کرنے کو تیار نہیں یہاں تو پھر بھی حضرت
علی و فاطمہؑ موجود ہیں ۔ قرآن تو ان چیزوں کا ذکر کر رہا ہے جن کا
وجود بھی نہیں ۔ تمام مشاہیر علماء کے اجماع کو نظر انداز کر کے بعض لوگ
کا اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے کا مقصد یا تو سستی شہرت
طلبی ہے یا اہلبیت سے بغض و عناد کے جذبات کا نتیجہ ۔ جیسا
صاحب تفسیر کشاف و علامہ زمخشری و صحیح بخاری و مسلم

ترمذی و احمد بن حنبل و صاحب تفسیر در منثور مشہور علماء اہلسنت
اس آیت کا سبب نزول اس طرح بیان کرتے ہیں کہ

انصار مدینہ ایک روز اپنے جلسہ میں فخر و مباہات بیان
کر رہے تھے کہ ہم نے اسلام کے ساتھ یہ کیا وہ کیا. جب ان کی
باتیں حد سے گزر گئیں تو ابن عباس کہ جو وہاں تھے برداشت نہ کر سکے
اور کہا کہ تم لوگوں کو ہم پر کسی طرح فضیلت نہیں ہو سکتی. جب اس
کی خبر رسول اللہ کو پہونچی تو آپ ان کے مجمع میں تشریف لائے
اور فرمایا اے گروہ انصار کیا تم ذلیل نہ تھے ہماری بدولت تمہیں
خدا نے عزت دی. سب نے کہا بیشک. پھر فرمایا کیا تم لوگ
گمراہ نہ تھے ہمارے سبب خدا نے تمہیں ہدایت کی. انھوں نے کہا ہاں
پھر فرمایا کہ کیا تم لوگ یہ نہیں کہتے تھے کہ تمہاری قوم نے تمہیں بے
وطن کیا ہم نے پناہ دی اور تمہاری قوم نے جھٹلایا ہم نے تمہاری
تصدیق کی. تمہاری قوم نے تم کو ذلیل و خوار کیا ہم نے تمہاری مدد
کی. مختصر یہ ہے کہ آپ اس قسم کی باتیں فرماتے جاتے تھے یہاں تک
کہ وہ لوگ اپنے زانو پر بیٹھ گئے اور دست بستہ عرض کی کہ ہمارا
مال و دولت اور جو کچھ بھی ہے وہ خدا اور رسول کا ہے. ابھی
یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ یہ آیت مودت نازل ہوئی پھر آپ نے فرمایا
جو شخص آل محمد کی دوستی پر مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے.

جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرتا ہے وہ مغفور مرتا ہے۔ جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرتا ہے وہ توبہ کر کے مرتا ہے۔ جو شخص آل محمدؐ کی دوستی پر مرتا ہے کہ ملک الموت اور منکر و نکیر بہشت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرتا ہے وہ کامل الایمان مرتا ہے۔ جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرتا ہے وہ بہشت میں ایسے بھیجا جائے گا جیسے دلہن کو اس کے شوہر کے گھر۔ اور سنو جو آل محمدؐ کی دوستی لے کر مرتا ہے خدا اس کی قبر کو رحمت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بناتا ہے۔ سنو جو آل محمدؐ کی دوستی لے کر مرتا ہے وہ سنت رسول پر مرتا ہے۔ جو آل محمدؐ کی دشمنی لے کر مرا اس کی پیشانی پر روز قیامت لکھا ہوگا یہ خدا کی رحمت سے مایوس ہے۔ سنو جو آل محمدؐ کی دشمنی لے کر مرا وہ بہشت کی بو بھی نہ سونگھے گا۔

یہ سن کر ایک شخص نے پوچھا جن کی محبت کو خدا نے اس طرح واجب کیا ہے وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا وہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ پھر فرمایا جو شخص میرے اہلبیت پر ظلم کرے اور مجھے میرے اہلبیت کے بارے میں اذیت پہونچائے اس پر جنت حرام ہے

چنانچہ

تفسیر ثعلبی میں منقول ہے کہ ابن عباس نے فرمایا اس آیت سورت میں نیکی سے مراد آل محمدؐ کی دوستی ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے جب یہ آیت بیان کی

کچھ لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ رسول اللہ نے یہ اپنی طرف سے بیان کیا ہے تو خدا نے اس کی تردید میں یہ آیت ام یقولون افتراہ الخ یعنی کیا اس کے بارے میں لوگ یہ کہتے ہیں کہ تم نے یہ آیت پیش کر کے خدا پر بہتان باندھا ہے۔ یہ ان کا خیال غلط ہے۔ محبت اہلبیت کو ہم نے اجر رسالت قرار دیا ہے اور ہم ہی نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ اس سے اپنی امت کو باخبر کر دیں۔ چنانچہ لفظ قل سے بھی یہی عیاں ہے کہ یہ اجر رسالت خدا کا متعین کردہ ہے اور اسی کا پسندیدہ ہے اور اس حکم خدا سے یعنی یہی نکلتے ہیں کہ غالباً نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے اظہار سے دامن کشاں تھے اس خیال سے کہ لوگ اسے اقربا پروری قرار دیکر نظر انداز نہ کر دیں۔ اس لئے اسے خدا پر چھوڑ دیا کہ وہی اس اجر رسالت کا تعین اظہار کرے۔ پھر بھی کچھ لوگوں نے اس کا یقین نہ کیا تو خدا نے ان کے اس خیال کو اس طرح رد کیا کہ اعلان اجر رسالت ہماری طرف سے ہے۔ ہمارے نبی کی من گھڑت نہیں ہے۔ اس لئے آپ کو حاکمانہ انداز میں اس کا حکم دیا جس سے اس کی اہمیت اور عظمت اہلبیت ظاہر ہے۔

یہ تو ثابت ہو گیا کہ علمائے شیعہ ہی نہیں بلکہ تمام علمائے اہلسنت علمائے تفسیر اس پر متفق ہیں کہ پیغمبر اسلام کے وہ ذوی القربےٰ

جن کی محبت اجر رسالت ہر مسلمان پر واجب قرار دی گئی ہے وہ
حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام ہیں اور یہ آیت ان کی
وجوب محبت کا فرمان الٰہی ہے۔ اس میں تین پہلو نکلتے ہیں

اول حاکمانہ انداز میں اس میں مداخلت ہے۔

دوسرے خدا کی طرف سے تعین اجر رسالت

تیسرے اسے عمل نیک قرار دیا جس کے صلہ کا اپنے
وسعت کرم کے اعتبار سے وعدہ اضافہ کرکے تمام مسلمانوں کو
خصوصی توجہ ہی نہیں دلائی بلکہ سختی سے اس کی ادائیگی کا مطالبہ کیا
ہے۔ محبت اہلبیت چونکہ اجر رسالت ہے اس کی ادائیگی ہر مسلمان
پر فرض ہے جو اس کو ادا نہ کریگا اس کا کوئی عمل خیر خواہ وہ نماز کی
شکل میں ہو یا روزہ کی یا زکوٰۃ کی حج کی صورت میں یا دیگر اعمال
خیر کی ہرگز مقبول بارگاہ الٰہی نہ ہوگا۔ بغیر محبت اہلبیت یہ احکام شریعت
اسلام میں غاصبانہ تصرف ہوگا جس کا کوئی اجر و صلہ نہیں اس لئے
کہ یہ اجر رسالت بصورت محبت اہلبیت خدا کا مقرر کردہ ہے
اور اس کا تعین و اعلان دیگر احکام اسلام کی طرح زبان نبی
صلی اللہ علیہ السلام سے تاکید کے ساتھ کرایا گیا ہے حکم خدا کا ہے
اور زبان پیغمبر اسلام کی جس سے تمام احکام شریعت اسلام معین کئے
گئے ہیں جس کے لئے بجائے محبت لفظ مودت استعمال کیا گیا ہے

جو خود دلکو پر مجبور کرتا ہے۔

اہل لغت مودت کے معنی فریفتگی لکھتے ہیں یعنی خود سپردگی بر منی
ہو لا از ہمہ اولیٰ۔ جیسا کہ علامہ سیوطی مشہور عالم اہلسنت لکھتے ہیں کہ مودت
وہ محبت ہے جس میں اطاعت ہی اطاعت ہو۔ محبت کے لئے یہ لازم نہیں
کیونکہ محبت ہر شے سے کی جاتی ہے چونکہ یہ عام لفظ ہے مودت خاص۔
جس کی تائید قول پیغمبر سے ہوتی ہے جہاں آپ نے فاتبعونی
یحببکم اللہ فرمایا ہے میری عملی پیروی کرو اگر خدا کو دوست
رکھتے ہو۔ یہاں محبت کی پہچان اطاعت قرار دیا ہے اگر اطاعت
نہیں محبت نہیں مگر یہاں لفظ مودت اسلئے استعمال کیا ہے کہ
اس میں خود بخود مطالبہ اطاعت ہے الگ سے اس مطالبہ کا سوال
ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اجر رسالت کے سلسلہ میں خداوند عالم نے یہ انداز مداخلت
کسی نبی کے لئے نہ اپنایا خواہ وہ حضرت نوح علیہ السلام ہوں یا حضرت
ابراہیم علیہ السلام یا حضرت موسیٰ ہوں یا حضرت عیسیٰ یا اور کوئی نبی و
رسول۔ یہ امتیازی شان صرف نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حاصل ہے
جن کے اہلبیت کو ایسے عظیم ترین صلہ سے نوازا جس کی مثال انبیا
میں نہیں ملتی گو وہ صاحب اولاد تھے مگر کسی کی اولاد کی محبت کو
نہ اجر رسالت قرار دیا نہ کسی کے اجر رسالت کے معاملہ میں دخل دیا نہ کسی

نبی کے اہلبیت کی محبت کو حسنہ قرار دیا۔ یہ فخر فقط آپ کے اہلبیت
کو حاصل ہے جن کی محبت کو خدا نے اجر رسالت اور شریعت اسلام
کا ماحصل قرار دیا ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ کی ذات ستودہ صفات انسانی تعریف
توصیف کی حدود میں محدود نہیں کی جا سکتی لیکن اہلبیت کی ذات
مقدسہ بھی توصیف کی حدود سے بالاتر ہیں جن کی آیت مودت گواہ
ہے جس میں ان کی محبت کو اجر رسالت جیسے جلیل القدر نعمت
سے نوازا ہے۔ اس لئے پیغمبر اسلام ان کے فرداً فرداً اور اجتماعاً فضائل
بیان کرنا عین مطابق منشائے الٰہی تھا۔ یہ شرف نہ کسی صحابی کو
نصیب ہوا نہ آپ کی ازواج میں کسی زوجہ کو جو لوگ ایسے فضائل
کے مالک ہوں ان کے ہم رتبہ نہ اصحاب ہو سکتے ہیں نہ ازواج
اگرچہ بعض لوگوں نے خلاف اجماع امت آیت تطہیر جیسے شرف
خصوصی اہلبیت میں ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو داخل
کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے جو نہ مطابق نقل ہے نہ مطابق عقل
حالانکہ ازواج خود اس کی مدعی نہیں۔ کبھی کچھ سر پھروں کو اہلبیت
کے ایسے اچھوتے وانوکھے فضائل ایک آنکھ نہ بھائے اور شرف
آیت تطہیر کو مجروح کرنے کے لئے ازواج ہی کو اس میں شامل کرنے

ی کوشش عمل پر مبنی ہے۔ بالفرض محال اگر آیت تطہیر پر ان کو
شامل کیا جائے تو یہ آیت تطہیر جس میں خداوند عالم نے تطہیراً کہہ کر
کمال طہارت کا دعویٰ کیا ہے بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔ اس لئے کہ
یہ آیت تطہیر کسی گندگی و غلاظت کی نہیں ہے بلکہ نفس و نفسانیت کے
ہر جذبے کی نفی ہے جسے عصمت کہتے ہیں یعنی ان کو ایسا طیب و طاہر
کر دیا گیا ہے کہ اب ان میں کوئی نقص عمل و لغزش بشریت باقی
نہ رہی۔ اب اگر ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس میں شامل
کیا جائے تو سورہ تحریم جو ان کی سرزنش اور عتاب میں نازل
ہوئی اس کا کیا ہوگا چونکہ ان کے طور طریقے اور بود و باش کیا جہالت
پر مبنی تھے جیسا اس سورہ میں خداوند عالم نے کہا ہے اور وہی سراسر
حکم خدا و رسول کے خلاف تھی اس کی پوری تفصیل اس سورہ میں ہے
جسے ہم نے اس کتاب میں تفصیل سے نقل کیا ہے۔ اگر وہ اس عمل
تطہیر میں شامل ہوتیں تو ان کی ایسی ناپسندیدہ زندگی نہ ہوتی
جس کے لئے یہ سورۂ خدا کے انتہائی غیظ و غضب کا مظاہرہ ہے
لہٰذا ان کی اس میں شمولیت خدا کے اس دعویٰ کمال تطہیر کو ہی
باطل کر دے گی جس سے اہلبیت پیغمبر کی تطہیر میں کمال تطہیر کا اعلان
ہے وہ ایسے برگزیدہ نفوس ہیں جن کی محبت اجر رسالت نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ہے یعنی اس کے یہ معنی ہوئے کہ قیام رسالت ہی ان کی

محبت کا طفیل تھا۔ یہ خداوند عالم کی وان کی عصمت وطہارت پر مہر تصدیق ہے۔ کہاں وہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن پر عتاب خدا ہوا ہے اور کہاں وہ اہلبیت جن کی تطہیر براہ راست عمل خدا ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ آیت تطہیر میں لفظ اہلبیت آیا ہے اہل بیوت نہیں آیا جس میں ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی شمولیت ممکن ہو سکے۔ اس لئے کہ جہاں عتاب خدا ہے مع سرزنش تحریر ہے وہاں قرن فی بیوتکن آیا ہے یعنی اے ازواج نبی تم سب اپنے اپنے گھروں میں بیٹھو اگر وہ شامل طہارت اہلبیت ہوتیں تو یہاں لفظ بیوت کی جگہ لفظ بیت آتا۔ معلوم ہوا کہ یہ اہلبیت جن کے لئے یہ آیت تطہیر نازل ہوئی ہے وہ سارے ایک ہی گھر میں رہنے والے ہیں اور ازواج نبی چونکہ الگ الگ اپنے اپنے گھر میں رہتی تھیں اس لئے لفظ بیوت آیا۔ اس طرح ان کا اس آیت تطہیر سے کوئی واسطہ نہیں۔

یہ اہلبیت صرف حضرت علی و حضرت فاطمہ و امام حسن و امام حسین علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ یہی رسول اللہ کے وہ ذوی القربیٰ ہیں جن کی محبت اجر رسالت قرار دی گئی ہے اور بعض بے بصیرت لوگوں کا یہ خیال کہ ذوی القربیٰ میں اصحاب بھی شامل ہیں اندھی محبت کا فریب ہے اس لئے کہ ان کی آپس کی جنگ و جدال

کشت و خون سے ان کے دامن داغدار ہیں جس کے گواہ حضرت ابوذر و حجر ابن عدی و عمرو ابن حمق خزاعی و میثم تمار و عمار یاسر و اویس قرنی جیسے مستجاب الدعوات اصحاب رسول کے سفاکانہ قتل ہیں۔ قتل کرنے والے بھی اصحاب رسول اور قتل ہونے والے بھی اصحاب رسول اکثر۔ ایسے لوگوں کو اور ان ذوی القربیٰ میں شامل کرنے کا خیال جن کی محبت خدا نے اجر رسالت قرار دی ہے بغض و حسد آل رسول سے کھلا ثبوت ہے۔

صواعق محرقہ
اور
حدیث شجرہ

صواعق محرقہ یعنی جلانے والی بجلیاں۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں مصنف نے مذہب شیعہ کو باطل کرنے میں زور قلم صرف کیا ہے جس کے نام سے ہی ان کی اشیعہ مسلک دشمنی شیک رہی ہے وہ اپنی اس کتاب میں فضائل اہلبیت کے سلسلہ میں رسول اکرم کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں اور لکھتے ہیں انا واصل بیتی شجرۃ فی الجنۃ واغصانہا فی الدنیا فمن شاء ان یتخذ الی ربہ سبیلا فلیتمسک بہا سبیلا

یعنی جس شخص کو خدا کے راستہ کی تلاش ہو اس کو چاہئے کہ وہ میرے اور اہلبیت کے راستہ کو اپنائے یہی صراط مستقیم ہے اس کے علاوہ خدا تک پہونچنے کا اور کوئی راستہ نہیں۔

یوں تو پیغمبر اسلام نے اپنے اہلبیت کے فرداً فرداً فضائل بیان کرنے میں کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور مسلمانوں کو ان سے متعارف کرانا اپنا فریضہ سمجھا۔ حدیث بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں اپنے اور اہلبیت کے تعلق خصوصی کی وضاحت اور ہمشیر کر محبت کو صراط مستقیم یا خدا کا راستہ قرار دیا ہے خود کو اور اہلبیت کو ایک ایسے درخت سے تشبیہ دی ہے جس کی اصل سرزمین جنت ہے اور اس کی شاخیں دنیا میں پھیلی ہوتی ہیں۔ خود دین و دنیا کے جملہ مفادات کے ضامن ہیں یا یوں سمجھئے کہ دونوں مادہ تخلیق و مقام قیام میں ایک ہیں جو ایک دوسرے سے جدا نہیں کئے جا سکتے۔ ہمارے ذات و صفات ایک ہیں۔ صرف تنے اور شاخوں کا فرق ہے میں اصل اور یہ فرع ہیں۔ ہم کو اگر ایک دوسرے سے جدا کیا گیا تو یہ کسی درخت کی شاخوں کو قطع و برید کر کے اس کے مقصد وجود ہی کو ختم کرنا ہوگا۔ اس لئے کہ کسی درخت کی شجر کاری کا مقصد سایہ و پھول پھل اور زیب و زینت ہوتا ہے۔ اگر کسی درخت کی شاخیں نہیں تو نہ سایہ نصیب ہوگا نہ پھول و پھل نہ زیب و زینت ان ہی مقاصد کو مد نظر رکھ کر

کو درخت سے تشبیہ دے کر اس کی شاخوں کا ذکر بھی اسی مقصد خاص
کو ملحوظ رکھ کر ضروری سمجھا۔ حالانکہ ہر درخت مع شاخوں کے درخت
کہلاتا ہے۔ خود کو صرف درخت کہہ کر بھی مقصد براری ہو سکتی تھی۔ آپ کا
درخت کے ساتھ شاخوں کا ذکر مع اس کی صفت کے وہ بھی بہ نام
اہلبیت معنی خیز ہے۔ اس لئے جہاں آپ نے اپنے اور اہلبیت کے
تعلق کا ذکر کیا ہے وہاں اس اتحاد جسمانی و روحانی کو سرچشمہ ہدایت
قرار دیا ہے اور صراط مستقیم بھی۔ ظاہر ہے کہ درخت و شاخیں ایک
ہی آب و ہوا، ایک ہی غذا، ایک ہی سرزمین میں پلتے بڑھتے اور
پھولتے پھلتے ہیں، دونوں کا مرکز حیات و مقام پرورش ایک
ہی ہوتا ہے شاخیں درخت کی جنس کی نسل اور اس کی فیض رسانی
کا ذریعہ ہوتی ہیں جبکہ مفادات درخت شاخوں سے وابستہ ہوتے ہیں
ان کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا اسی لئے آپ نے خود کو
درخت جنت اور اہلبیت کو اس کی شاخیں بتا کر ان کی انفرادی
فضیلت اور نورانی خلقت کی طرف خاص انداز میں متوجہ کیا ہے۔
اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ کا اپنے نہیں بلکہ اہلبیت کے
بارے میں امت کے ہر اختلاف کا سد باب مقصود ہے۔ کیونکہ
آپ کی ذات کے بارے میں کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ یہ
مختلف عنوان سے فضائل اہلبیت کا بیان ان سے امت مسلمہ کے

اختلاف کی نشاندہی کرتا ہے۔ چنانچہ حدیث ثقلین اسی انداز سے اظہار بیان ہے جو اہلبیت کو نظر انداز کی صورت میں گمراہی کی شکل میں نمودار ہوگا اور مسلمانوں کا تہتر فرقوں میں تقسیم ہونا اور ان میں سے صرف ایک فرقہ کا حق پر ہونا اہلبیت سے روگردانی کا نتیجہ ہوگا جیسا کہ فریقین میں مسلم ہے۔

ہمارے خیال میں فضائل اہلبیت کے مسئلہ میں اس سے زیادہ مستحکم عام فہم و عام پسند یکتائی ذات و صفات کی اور کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔

حدیث ثقلین
اور
علماء عامہ

علامہ طبرانی اور احمد بن حنبل ابو سعید خدری سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ مجھے پکارا جائے اور میں اسے قبول کروں بس میں تم میں دو چیزیں چھوڑ دونگا۔ اگر تم ان سے متمسک رہے تو تم ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ایک اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک ایک دراز رسی کی مثل ہے۔ دوسرے میرے اہلبیت مجھے مشفق و مہربان خدا

نے خبر دی کہ یہ دونوں ہرگز ہرگز جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہونچ جائیں۔

مسند احمد میں زید ابن ارقم سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا ہے آپ نے فرمایا میں تم میں دو خلیفہ چھوڑ رہا ہوں۔ ایک اللہ کی رسی جو آسمان سے زمین تک ہے دوسرے میرے اہلبیت۔ بیشک یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے جب تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہونچ جائیں۔

ابو اسحاق حضرت علی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شبہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ اگر تم انھیں پکڑے رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔

ترمذی بیان کرتے ہیں کہ ابوذر غفاری خانہ کعبہ کا دروازہ پکڑے ہوئے کہہ رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا ہے کہ میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ رہا ہوں کتاب اللہ اور اپنی عترت۔ یقیناً یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے جب تک میرے پاس حوض کوثر پر وارد نہ ہوں دیکھو تم ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہو۔

ترمذی جابر ابن عبد اللہ انصاری سے نقل کرتے ہیں انھوں نے کہا میں نے عرفہ کے روز رسول اللہ کو ناقہ عضبا پر اپنے خطبہ میں فرماتے سنا ہے کہ میں اپنے بعد تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم ان سے

وابستہ رہوگے تو تم میرے بعد ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور وہ اللہ کی کتاب اور میرے اہلبیت ہیں۔

بارگاہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اتنی تاکید کے ساتھ یہ اب اہم آخری فرمان جو بطور وصیت ونصیحت ہے یہ آپ کے علم باکمال [illegible] ایکرن کا آئینہ دار ہے جو آپ کے بعد آپ کے خلفاء اصحاب و احباب کی باہمی رقابت کے گمراہ کن نتائج کی روک تھام کے لئے صادر ہوا ہے جن کا اس سلسلہ تصور بھی نہیں کر سکتے مگر وہ قبل از وقت آپ کے پیش نظر ہیں یعنی آپ نے اپنے بعد مسلمانوں کے گمراہ ہونے کو ایک ماہر نفسیات وطبیعات ہونے کی وجہ سے پیشتر سمجھ لیا ہے۔ اسی لئے آپ نے حدیث ثقلین انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض فرما کر ان کو اس دور گمراہی کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے اس طرح کہ میں تم میں ایسی اہم اور قابل قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اور وہ اللہ کی کتاب اور میرے اہلبیت ہیں جب تک تم ان سے متمسک رہوگے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے

اس قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد امت گمراہ ہو سکتی ہے لہٰذا اس سے محفوظ [illegible] ہے کہ [illegible]

قرآن و اہلبیت علیہم جن کی اطاعت ہی اس غیر متوقع گمراہی سے بچا
سکتی ہے۔ آپ کے اس مختصر مگر جامع بیان کے ایک ایک جملہ سے وہ
اسرار سربستہ منکشف ہوتے ہیں جو آپ کے علاوہ کسی کے وہم و گمان
میں بھی نہیں آسکتے۔ اس میں صراط و گمراہی کے دو لفظ خصوصی توجہ
کے طالب ہیں۔ پہلے اپنے ترکہ کی اشیاء کا ذکر پھر اس کی قیمت
پھر اس سے تمسک و وابستگی پھر ان کے باہمی تعلق و اتحاد دائمی کا
تذکرہ اور ان سے وابستگی کے مفید نتائج اور انحراف کا نتیجہ گمراہی
ضلالت۔ اسی کے سد باب کے لئے کتاب خدا اور اپنے اہلبیت
کو اپنا ترکہ قرار دیا بخلاف دوسرے مرنے والوں کے۔ اگرچہ ہر مرنے
والا اپنے ورثاء کے لئے مال دنیا سے جو ترکہ چھوڑتا ہے وہ ان کو
باہمی اختلافات و آپسی تصادم سے بچانے کے لئے جو اس کے
مال متروکہ کی تباہی اور ان کی بربادی کا بھی سبب بنے۔ پہلے
اپنے مال متروکہ کی قدر و قیمت بتا کر اس کی بے قدری کے تباہ کن
نتائج کے مہلک اثرات سے ان کے تحفظ کو پیش نظر رکھ کر انھیں
ضروری ہدایت و نصیحت کرتا ہے۔ اس لئے کہ جو چیزیں وارثوں کو
ورثہ میں ملتی ہیں۔ ان کے پاس ان کے لئے وہ قدر و منزلت کی نگاہ
نہیں ہوتی جو ترکہ چھوڑنے والے کے پاس ہوتی ہے۔ اسی رسم
و رواج اور حکم خدا کے مطابق پیغمبر اسلام نے جو بیک وقت

صاحب شریعت اور مالک حکومت تھے اور ان کے خزانہ عامرہ
میں بجائے زر و جواہرات صرف دو چیزیں ایسی بیش بہا اور نادر
الوجود تھیں جن کا تحفظ اور پاسداری دین و دنیا کی خوشحالی
اور فلاح دارین کی ضمانت تھی۔ اپنے عزیز و اقربا کو نہیں بلکہ پوری
امت مسلمہ کو ان کو نظر انداز کرنے کی تباہی اور قدر و منزلت کرنے
کے مفید نتائج سے آگاہ کیا اور یہ وہ نادر و نایاب ترکہ کتاب اللہ و
اہلبیت تھے جن کے زیر اثر زندگی بسر کرنا آخرت کی آسائشوں
سے بہرہ اندوز ہونے کا واحد ذریعہ اور ان کی بے قدری و حکم
عدولی تمام امت کی گمراہی ہوگی اور آخرت کی نعمتوں سے محرومی
اس لئے آپ نے کتاب و عترت کے اتحاد و اشتراک کی اہمیت و
منزلت کے لئے یہ حدیث جو ایک وصیت ہے ارشاد فرما کر امت کو
گمراہی سے بچانے اور اس غیر متوقع بے دینی سے باخبر کرنے کا
واحد ذریعہ قرار دیا ہے۔

آپ کے اس کلام کے جچے تلے جملوں سے ظاہر ہے کہ آپ کو
اپنے بعد امت کے آپسی اختلافات و خود غرضی کے اسلام دشمن نتائج
خدا و رسول سے دوری پر منتج ہونگے۔ خدا و رسول کی مرضی کے خلاف
کتاب و عترت کو نظر انداز کرنا یا ان کے اتحاد محکم کو توڑنا اس طرح
سے کہ ان میں سے کسی ایک کو اپنانا دوسرے کو بھی چھوڑنا سراسر گمراہی

ہے اس لئے کہ اگر یہ متحد ہیں تو سرچشمہ رشد و ہدایت اور متفرق ہیں
تو سراپا گمراہی و ضلالت ایسی ان اشیاء ضرورکی کی وصف بیانی
اور ان کا ذکر بعد میں ان کی اہمیت کا کھلا ثبوت ہے جس کے لئے
خصوصی توجہ درکار ہے۔

یہ لفظ ثقل ایسا لفظ ہے جس کے حقیقی مفہوم کو بیان کرنے
کے لئے جامع الفاظ نہیں اور لفظ ثقل اس نفیس شے کو کہتے
ہیں جس کی حفاظت خاص نگہداشت کی طالب ہے یا مسافر کا وہ
ضروری سامان سفر جس کی دیکھ بھال ضروری ہو۔ اس لفظ سے
بھی اس کی اہمیت پر بھرپور روشنی پڑتی ہے

قرآن و اہلبیت پیغمبر اسلام کا وہ مقدس ترکہ اور ملت اسلام
کا وہ انمول سرمایہ ہیں جو امت کی فلاح و بہبود کا واحد سامان نجات
دارین ہے۔ مگر متحد ہو کر ان میں جدائی گمراہی ہے چہ جائیکہ ان سے
انحراف۔ پیغمبر کا ان کے اتحاد کے لئے یہ فرمانا کہ یہ دونوں ہرگز جدا
نہ ہونگے بتا رہا ہے کہ امت کے ان کو جدا کرنے کا اندیشہ آپ کے
علم میں ہے۔ ایک کو اپنانے اور دوسرے کو نظر انداز کرنے کے یہ
معنی ہونگے جس کو آپ ناممکن بتا رہے ہیں کہ وہ ممکن ہے اور ایک
بھی رہبر امت بن سکتا ہے۔ ایسا خیال در پردہ آپ کی تکذیب
ہے جس کے مسلمان سمجھ کر یا نا سمجھ کر مرتکب ہوئے۔ یہ ہے ان کی معرفت

پیغمبر جب آپ نے قرآن و اہلبیت کے بارے میں انتہائی وثوق کے
ساتھ یہ فرمایا کہ یہ دونوں ایسے ہم سفر ہیں کہ ان دونوں میں میرے
پاس حوض کوثر پر پہونچنے تک حقیقی جدائی ناممکن ہے۔ ان دونوں کا
دوش بدوش آپ کے پاس پہونچنے کا مطلب امت مسلمہ کے سلوک کی
سرگذشت آپ سے بیان کرنا ہے اور آپ کے ان دونوں کو سرچشمۂ
ہدایت ہونے کی وجہ سے جواب دہ ہونا ہے ان دونوں کا قدم سے
قدم ملا کر آپ کے حضور میں پہونچنے کا اور کوئی مطلب نہیں لیکن
بے بصیرت اور خود مسلمانوں نے اپنی تکمیل مقاصد کے لئے اس
اتحاد کو قابل توجہ نہ سمجھا اور ہدایت پیغمبر کے برعکس اپنی من مانی
کر کے اپنی مقصد براری کے لئے ان کی تفریق کو ہی اپنے حق میں
بہتر سمجھا جس کا نتیجہ آپس میں گروہ بندی اور گمراہی نکلا جس کے
خطرہ کا آپ نے قبل از وقت اظہار بھی کر دیا تھا اور قرآن و
اہلبیت کے افتراق کے معز گمراہ کن اثرات کو نہ سمجھا اور اس
اٹوٹ اتحاد قرآن و اہلبیت کے اعلان سے یہ بھی ثابت ہے کہ یہ دونوں
عظمت و منزلت میں مساوی و ہم پلہ ہیں اور ان کو ایک دوسرے کی اتنی
ضرورت ہے جتنی اپنی ذات کی کسی کو۔ جہاں اہلبیت ہیں وہاں قرآن
ہے اور جہاں قرآن ہے وہاں اہلبیت ہیں۔ ان کا اتحاد ہی آپ
کے بعد گمراہی سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ ایک کو اپنانا دوسرے کو

چھوڑنا کھلی ضلالت پسندی اور فرمان نبی کی کھلی توہین ہے۔ ان دونوں کو جدا کرنا اس طرح کہ ایک کو اپنانا دوسرے کو ترک کرنا بنی اسرائیل کے اس طرز عمل کی مثال ہے جس سے حضرت موسیٰ علیہم السلام کے ماننے والوں کا امتحان لیا تھا اور ان کو دو لفظ بتائے گئے تھے اور حکم دیا گیا تھا کہ ان کو کہتے ہوئے باب نجات میں داخل ہوں۔

اس میں داخلہ ان کے گناہوں کے ازالہ کا ضامن تھا مگر انھوں نے اپنے نبی کی بات نہ مانی اور اپنی خود رائی سے ان دونوں باتوں میں سے ایک کو اپنایا جس کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہوئے۔ قرآن پاک میں اس کا اس طرح ذکر ہے کہ

جب ان کے نبی نے ان کو حکم دیا کہ اس دروازے سے وہ حطہ کہہ کر داخل ہوں تو ان کے گناہ معاف ہونگے مگر انھوں نے باب نجات میں داخلہ تو ضروری سمجھا مگر اس لفظ خاص کی پرواہ نہ کی اور اس کو حنطۃ کے لفظ میں اپنی خود رائی سے بدل دیا ایک کو لیا دوسرے کو چھوڑا۔ حالانکہ دونوں مل کر گناہوں کے ازالہ کی ضمانت تھے اور ان کی اتحاد شکنی موجب عذاب۔

اسی طرح امت اسلام نے قرآن و اہلبیت میں جدائی کر کے خود کو گروہوں میں تقسیم کر لیا اور اخوت اسلامی کو پارہ پارہ کر دیا

اپنی خود غرضی و خود پسندی سے ان دونوں کے اختلاف کو بے معنی
سمجھ کر اس کے تباہ کن نتائج سے آنکھیں بند کر لیں۔ تا آنکہ
نبی اکرم کے اہلبیت کو قرآن کے ساتھ اس طرح وابستہ کرنے کو اقربا
پروری پر محمول کیا۔ اسی وجہ سے ان کو قرآن سے الگ تھلگ کر
کے بے وقعت کرنے کی کوشش کی گئی۔

اس کلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جہاں کتاب خدا
کے تا قیام قیامت باقی رہنے کا اعلان کیا ہے وہیں اہلبیت
کے اس وقت تک باقی رہنے کا بھی۔

ثابت ہوا کہ یہ دونوں سب کے پاس ساتھ ساتھ حوض کوثر
پر پہنچیں گے قرآن کی طرح جو تا قیامت آنے والی انسانی
نسلوں کے لئے ایک مستقل دستور العمل ہے۔ اختلاف زمانہ اور
انسانی نسلوں کی ادل بدل اس پر اثر انداز نہ ہوگی۔ وہ ہر دور
میں رہبر و رہنما ہے۔ اسی طرح اہلبیت بھی اپنے قیام و دوام میں
اس کے ہم صفت ہیں۔ اس لئے کہ بقول پیغمبر وہ دونوں ہرگز
ہرگز جدا نہ ہونے والے ساتھی ہیں۔ چونکہ یہ قرآن کے حوض کوثر
پہونچنے تک رفیق و ہم سفر ہیں اس لئے ان کی بھی قرآن جیسی زندگی ہونی
چاہئے ورنہ ایک باقی اور دوسرا فانی وہ ہم سفر نہیں ہو سکتے
غالباً پیغمبر اسلام نے اسی مغالطہ کو دور کرنے کے لئے معلم

کمال کے لئے استعمال کیا ہے اور ان کو آپس میں لازم و ملزوم قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ قرآن و اہلبیت کا مقصد سفر ایک مدت سفر ایک، منزل سفر ایک، مدت حیات ایک مقصد حیات ایک۔ یہ ایسی گہری رفاقت اس لئے ہے کہ قرآن سرچشمہ ہدایت ہی مگر وہ نطق و گویائی سے محروم ہے۔ حیات نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں بھی وہ اپنی ترجمانی کے لئے آپ کی زبان صداقت بیان کا محتاج تھا۔ لہٰذا آپ کے بعد وہ قیامت تک باقی رہنے اور آنے والی نسلوں کے لئے فرائض ہدایت انجام دینے کی وجہ سے اسے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جیسی زبان صداقت بیان کی ضرورت ہے وہ سوائے اہلبیت نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اسی ضرورت کے تحت آپ نے ان کو اٹوٹ رشتہ میں منسلک کر دیا ہے۔ قرآن کے مثل جن کا مثل و نظیر اور امین احکام الٰہی ناپید ہے۔ جیسے جب تک کتاب خدا باقی ہے وہ بھی باقی ہیں۔ ماننا پڑے گا کہ جو مدت حیات قرآن ہے وہی مدت حیات اہلبیت ہے خواہ وہ بزم شہود میں ہوں یا حجاب غیب میں ورنہ اس پیغمبر اسلام کا یہ قول کہ وہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر دوش بدوش پہنچیں گے کلام مہمل بن کر رہ جائیگا جو نبی خداوند عالم کے قول ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ سے متصف ہے۔

آپ کا جانا پہچانا

مکتبۂ مبارک

۳۰ سال سے مذہب اہلبیت علیہم السلام

کی بے لوث خدمت انجام دے رہا ہے

آپ بھی خدمت کا موقع دیں

مکتبۂ مبارک

مولانا منزل

نوگانواں سادات ضلع مرادآباد

یو، پی

ملنے کے پتے

مکتبہ مبارک۔ مولانا منزل نوگانواں سا

ضلع مرادآباد

مکتبہ مبارک ۹۶ باغ مکا لکھنؤ ۳

نظامی پریس۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

شاندار بکڈپو۔ نہرو کراس۔ لکھنؤ ۴

احباب پبلشرز مقبرہ عالیہ۔ گولہ گنج۔ لکھنؤ

کتب خانہ اثنا عشری۔ چوک لکھنؤ

حیدری کتب خانہ مرزا علی اسٹریٹ۔ ا

روڈ بمبئی۔ ۹

اہلبیتؑ

اور

ازواج نبیؐ

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک جائزہ

سید محمد حسین محضر نوگانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولیٰ

اے ازواج اپنے گھروں میں بیٹھو اور زمانۂ کفر کی بود و باش چھوڑ دو

سورۂ احزاب

اہلبیتؑ

اور

ازواجِ نبیؐ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک جائزہ

مولانا محمد حسین مختصر نوگانوی

ملنے کا پتہ | مکتبہ مبارک ۸۹ باغ مکا لکھنؤ ۳